

# NEVIL SHUTE

## AN OLD CAPTIVITY



## ماضی کے قیدی

مہم جوئی کی ایک ایسی سائنسی خیز داستان جو گرین لینڈ کے پرخطر جزیروں میں جنم لیتی اور ناقابل یقین واقعات تخلیق کرتی ہے۔ نیول شوٹ کے شہرہ آفاق ناول 'دی اولڈ کیپ ٹو ویسٹ' کی تلخیص

**ڈانلڈ راس** کے ماں باپ بچپن ہی میں وفات پا گئے تھے۔ اُس کا باپ اسکاچ تھا اور ماں آئرش۔ گویا دونوں طرف سے اُس کی رگوں میں کلٹی نسل کا خون رواں دواں تھا۔ اُس کی پرورش بچپن ہی سے کی تھی جو گلف فورڈ کے کسی اسکول میں مُستی تھی۔ اُنیس برس کا تھا کہ وہ رائل ایئر فورس میں پائلٹ مقرر ہوا اور ۱۹۲۹ء میں فلائنگ افسر کی حیثیت سے جوانی ہی میں خاندان گردیا گیا۔ چار سال تک وہ کینیڈا کی ایک جہاز کی کمپنی میں ملازم رہا۔ اس کمپنی کا

دیوالہ نکلا تو بے کار ہو گیا۔ ۱۹۳۳ء میں وہ گلف فورڈ واپس آیا۔ اُس کے پاس چند کپڑوں کے علاوہ سترہ پونڈ اور چھ شنگ تھے۔ ابدی شمالی علاقوں کی مُنہ خنداؤں میں ہوائی جہاز اڑانے کا تجربہ راس پر مُستزاد تھا۔ اُس کی چوتھی بھی اُن دنوں بے کاشی؛ چنانچہ راس کو نوکری کی تلاش میں لندن آنا پڑا۔ وہاں کسی اخبار میں اُس نے ایک اشتہار پڑھا جس میں لکھا تھا کہ سینٹ پالز کالج آکسفورڈ کے ایک ڈان لاک وڈ کو گرین لینڈ کی مُم کے لیے ایک پائلٹ



دکار ہے۔ ڈانلڈ راس فوراً آکسفورڈ پہنچا۔ لاک وڈ سے اُس کے شاندار گھر، ملاقات ہوئی تو معلوم ہوا کہ وہ علم آثار پر کمال پر فہم ہے اور گرین لینڈ کے علاقے برائٹل میں ایک جنگلاتی کرانا چاہتا ہے۔ اُس کھڈی سے وہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ گرین لینڈ کو ناروے کے جہاز رانوں نے دریافت نہیں کیا تھا، بلکہ آئر لینڈ کے کئی نسل کے لوگ اُن سے پہلے وہاں پہنچ کر آبادیاں بسا چکے تھے۔ کھڈی سے پہلے اُس علاقے کا ہوائی سفر بے لازمی تھا۔ اُس کے بڑے بھائی ڈیوڈ لاک وڈ نے، جو

کوئٹری کے قصبے کی ایک اسٹیل مل کا مالک تھا، اس مہم کے تمام اخراجات برداشت کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ رات کے کھانے پر لاک وڈ نے اپنی بیٹی ایلکس کا اُس سے تعارف کرایا۔ وہ درمیانے قد کی لڑکی تھی جس کی آنکھیں پھوڑی اور سر کے بال گہرے زرد رنگ کے تھے۔ راس کو اُس بڑا لڑکی کا رویہ اُس کے ساتھ کچھ کھینچا تھا۔ سب سے بڑا مسئلہ یہ تھا کہ اُس کی ہوا خوری گڑبگڑا تھا کہ ایلکس نے اُس کے پاس آکر کہا: ”مستر راس! میرے والد اسٹیل مل کے پیٹنٹ میں ہیں۔ وہ اس عمر میں گرین لینڈ کا سفر نہیں کر سکتے۔“

”بس ایلکس! اُن کی صحت بے حد اچھی ہے اور انہیں سفر کے دوران جہانی محنت اُٹھانی پڑے گی۔“ راس نے کہا۔ ”میں انہیں کوئی تکلیف نہیں ہونے دوں گا۔“

”ایک شخص کی زندگی سے زیادہ آپ کو اپنی نوکری عزیز ہے؟“ ایلکس نے کہا۔ ”میں ان دنوں بے روزگار ہوں۔ واقعی مجھے نوکری کی اشد ضرورت ہے۔ تاہم آپ اپنے والد کو مشورہ دیجیے گا۔ وہ فخر پر نہ جانا چاہیں تو میں انہیں مجبور بھی تو نہیں کر سکتا۔“

پروفیسر نے ایلکس کی مرضی کے خلاف فیصلہ کیا اور ڈانلڈ راس کو تیار کیا۔ اُس نے اپنے بھائی کے پاس بیچ دیا جس نے مُم کے لیے پچیس ہزار پونڈ وقف کیے۔ ڈانلڈ راس نے اُس کے پرسنل سیکرٹری کے ساتھ مل کر مُم کی تفصیلات طے ہوئیں۔ فیصلہ ہوا کہ امریکہ کی ایک مشہور ذمہ دار ایک ایسا

ہوائی جہاز تین ہفتوں کے اندر اندر تیار کیا جائے جو خشکی اور سمندر دونوں پر اتر سکے۔ جب ڈانلڈ راس نے سڑیوڈ لاک کو بتایا کہ ایلکس اُس مُم کے خلاف ہے تو اُس نے کہا: ”اس کا صرف ایک ہی علاج ہے کہ اُسے بھی شریک کر لو۔“

”نہیں سر! یہ ناممکن ہے۔“ ڈانلڈ راس نے کہا۔ ”جہاز میں آنا سامان لانا ہو گا کہ اُس میں دوسرے مسافر کی گنجائش نہیں رہی ہوگی۔“

”مستر راس! اس کے ہوا کوئی چارہ نہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ میرا بھائی اس تحقیق سے خاندان کا نام روشن کرے۔ یہ لڑکی اُس کی اکلوتی اولاد ہے اور اپنے باپ کو اُس مُم سے روک بھی سکتی ہے۔“ سر ڈیوڈ نے کہا۔ ڈانلڈ راس مجبوراً ایلکس کو شریک سفر بنانے پر راضی ہو گیا۔ پتہ چلتا تھا کہ اُس قدر معروف گزرتے کہ راس کو سر کھانے کی بھی فرصت نہ ملی۔ اُس نے فوڈ کو اُن کے لیے مسٹر جیمس کا انتخاب کیا جو انجینئر بھی تھا۔ ڈنمارک کے سفارت خانے سے گرین لینڈ کی اُس مُم کی سرکاری اجازت حاصل کی، ایک راتقل خریدی اور امریکہ کی ایک فرم کو ہوائی جہاز تیار کرنے کا آرڈر دیا۔ مسٹر جیمس سمندری جہاز کے ذریعے گرین لینڈ روانہ کر دیے گئے۔ وہ کمرے اپنے ساتھ لے گیا چند ہی روز بعد سمندری جہاز کے ذریعے ہوائی جہاز کا ڈھانچہ، انجن اور اُس کے دوسرے حصے انجینئر پہنچ گئے۔ ہاتھ کے مقابلے پر جھگڑے ہوئے گئے۔ اُس کا وزن تجھنے سے ایک سو چار پونڈ زیادہ تھا؛ چنانچہ اُس میں سے فائو سٹیل میں تحلیل دی گئیں۔ دو تین ماہ کی اڑانوں کے بعد ڈانلڈ راس جہاز کی اگلی کارکردگی سے مطمئن ہو گیا۔

آکسفورڈ سے پروفیسر لاک وڈ اور ایلکس لندن پہنچ گئے تھے۔ یوم میں خوشگوار گرمی تھی۔ ڈانلڈ راس نے انہیں اسٹارٹ کیا۔ جہاز پانی پر تیرنے لگا اور اُس کی رفتار دم بدم تیرتی ہوئی چلی گئی۔ آخر وہ سمندری سطح سے بلند ہوا اور ہوا میں تیرنے لگا۔ اُس

میں بارہ سو میل کی اڑان کے لیے پٹرول بھرا ہوا تھا۔  
 پروفیسر لاک ڈوڈ نے پوچھا: ”ہمارا پہلا پٹرول کیوں لگا؟“  
 ”ان ویئر گورڈن جو یہاں سے سات سو پچاس میل کے  
 فاصلے پر ہے، ساڑھے چھ گھنٹے میں ہم وہاں پہنچ جائیں گے۔“  
 ڈانڈر اس نے کہا۔

اُس وقت صبح کے نو بجے تھے۔ جہاز چار ہزار فٹ کی  
 بلندی پر اڑتا جا رہا تھا۔ موسم نہایت سازگار تھا۔ جہاز کبھی  
 ساحل کے اوپر اڑتا تھا اور کبھی پانی پر۔ لاک ڈوڈ کو نیند آگئی  
 تھی۔ ایکس اپنی تنگ اور تکلیف دہ بیڈ پر بیٹھے بیٹھے اُلت  
 پھٹتی تھی۔ جب وہ اسکاٹ لینڈ کے اوپر سے گزر رہے تھے تو  
 مطلع اچانک ابراؤڈ ہو گیا اور سردی بڑھ گئی۔ راس کو پندرہ  
 سو فٹ کی بلندی تک اُترنا پڑا۔ تین بجے سہرے کے قریب وہ  
 ان ویئر گورڈن کے اوپر اُڑ رہے تھے۔ ڈانڈر اس نے فائبرس  
 کے ذریعے پہلے ہی یہاں اطلاع بھیج دی تھی کہ بندرگاہ سے  
 کچھ دور سمندر میں سُرُخ رنگ کے تیرنے والے پیپے ڈال دیے



**Air Prince**  
FANS  
For Quality & Service

○ خوبصورت  
○ دیدیا  
○ سبک رفتار



**ایئر پرنس چھکے**

جنرل انجینئر رنگ کارپوریشن  
 سال انڈسٹریل اسٹیٹ، جی ٹی روڈ، گجرات

جائیں تاکہ جہاز وہاں اُتاراجائے۔

راس نے کہا: ”سر! میں جو کماؤ سمندر میں مارا کر بیکی کرتا  
 ہوا، سُرُخ رنگ کے پیپے تک کے پاؤں گا کیا آپ فلوٹ پر  
 کھڑے ہو کر جہاز کو پیپے سے باہر ہٹنے کی ہمت کر سکتے ہیں؟  
 ”میں نہیں؟ مجھے پہلے اس کا طریقہ سمجھا دو۔“ لاک ڈوڈ  
 نے کہا۔

راس نے پورا طریقہ سمجھا دیا۔  
 اچانک ایکس بولی: ”ڈیڈی! یہ کام میں آپ سے بہتر  
 سرانجام دے سکیں گی۔“

راس نے کہا: ”ٹھیک ہے، لیکن خیال رکھیے کہ جہاز کے  
 فلوٹ پر مضبوطی سے پاؤں جکڑ کر کھڑا ہونا لازمی ہے کیونکہ اس  
 پر سے پاؤں پھسل بھی سکتا ہے۔“

راس نے ہوا میں ایک پتھر لگایا اور پھر جہاز کو پانی پر  
 اُتار دیا اور ساتھ ہی کہا: ”مس لاک ڈوڈ! اب آپ تیار رہیے۔“  
 ایکس اپنی بیڈ سے اُٹھی۔ اُس نے کھڑکی کھولی، جہاز  
 کا فلوٹ پانی میں ڈوبا ہوا تھا یہ صورت حال دیکھ کر اُسے  
 غصہ آگیا۔ یہ کام پائلٹ کا تھا۔ اُسے ہمیں پہلے سے یہ بتانا  
 چاہیے تھا کہ جہاز کو سمندر سے خشکی پر لانا کتنا مشکل کام ہے۔  
 اسی غصے کے عالم میں اُس نے انگوٹھے سے فلوٹ کو کس کیا  
 اور پھر دونوں پاؤں اُس پر مضبوطی سے رکھ کر کھڑی ہو گئی۔  
 فلوٹ پر خاصی پھسل تھی۔ اُس نے ایڑی والی جوتا پھینک رکھا  
 تھا۔ پاؤں چمانے کے لیے اُس نے جہاز کے پر کا سارا لے  
 رکھا تھا۔ ایک ہاتھ میں زنجیر اور دوسرے میں ہک والی پھڑی  
 تھی۔ آہستہ آہستہ جہاز سُرُخ نشان کی طرف بڑھنے لگا۔  
 سمندر میں تیر لیں اُنھری تھیں، اس لیے جہاز بچکوں کے  
 رہا تھا جو نمی تیرتا ہوا پیا پیا قریب آیا، اُس نے پھڑی سے  
 اُسے اپنے قریب کھینچا اور زنجیر کی ہک چلتے میں ڈال دی۔  
 ”خوب! اب اسے چھوڑ دیجیے۔“ راس نے کہا۔  
 ”کیسے؟“ لاک ڈوڈ نے پوچھا۔  
 راس نے اُس کی طرف سُرُخ کرتے ہوئے کہا: ”سُرُخ نشان

کو سمندر میں ڈال دیجیے۔“ پائلٹ کی نظر ابھر کر سامنے سے  
 ہٹی تو جہاز ایک تیز لہر کی زد میں آگیا۔ اُسے سیدھا کرنے کے  
 لیے اُس نے اچانک انجن کھول دیا تو کچھا زور سے گھوما اور ہوا  
 کا ایک تیز جھونکا آیا۔ جب جہاز سیدھا ہوا تو پائلٹ یہ دیکھ  
 کر بہت گھبرایا کہ لڑکی پانی میں گر چکی ہے۔ وہ اپنی بیڈ سے  
 اچھل کر دروازے تک پہنچا، فلوٹ پر بچھا کر اور اُس نے لڑکی  
 کا ہاتھ پوری قوت سے پکڑا اور اُسے اندر کھینچ لیا۔ اُس  
 کا لباس جسم سے چپک گیا تھا اور ایک جوتا پاؤں سے نکل  
 چکا تھا۔ وہ فلوٹ پر کھڑی ہو گئی۔

”مس لاک ڈوڈ! راس نے کنگت کرتے ہوئے کہا۔  
 مجھے بہت افسوس ہے۔ آپ کو چوٹ تو نہیں لگی؟“  
 اُس نے غضب ناک لہجے میں کہا: ”تم نے جان بوجھ کر  
 مجھے سمندر میں گرایا ہے۔“

اُس کے باپ نے ہنستے ہوئے مداخلت کی: ”ایکس!  
 یہ ایک حادثہ تھا۔“  
 ”نہیں! ڈیڈی! یہ حادثہ نہیں تھا۔ اس نے جان بوجھ کر  
 اچانک انجن کھولا اور ہوا کے جھونکے نے مجھے پانی میں ڈھکیل  
 دیا۔“ وہ بدستور غصے میں تھی۔

”مجھے واقعی بہت افسوس ہے۔ میں ایسا نہ کرتا تو جہاز  
 کے اُٹنے کا خطرہ تھا۔“ راس نے جواب دیا۔

”نہیں! مجھے تمہارے ایک لفظ پر بھی اعتبار نہیں۔“ ایکس  
 بولی۔ راس نے مسکرا کر لاک ڈوڈ کی طرف دیکھا۔ وہ بھی جواب میں مسکرایا۔  
 اتنے میں ساحل کی طرف سے ایک موٹر بوٹ آئی اور جہاز کے  
 ساتھ لگ کر کھڑی ہو گئی۔ لاک ڈوڈ اور ایکس اُس میں سوار ہو گئے۔  
 پائلٹ نے سامان منتقل کیا اور خوب سیشتی میں سوار ہو گیا۔ اُس  
 نے فلائنگ جوتے بڑھاتے ہوئے کہا: ”مس لاک ڈوڈ! انہیں  
 پسینہ لیجیے۔“

اس چھوٹے سے قصبے کا ہوٹل بڑا صاف تھرا تھا۔  
 باپ بیٹی کا سامان کرنے میں پہنچا کر اُس نے لاک ڈوڈ سے ٹھٹھی  
 لی۔ اپنے کمرے میں آکر مُنہ ہاتھ دھویا۔ اور جب وہ ہوٹل سے

باہر نکل رہا تھا تو اُس نے دیکھا کہ گیلے کپڑوں میں ملبوس ایکس  
 اُسے ابھی تک بہت خوشگین لگا رہی ہے۔ سبک دہی ہے۔  
 بندرگاہ تک پہنچتے پہنچتے اُسے شام ہو چکی تھی۔ اُس نے جہاز  
 میں تازیل بھرا۔ یہ خاصا تھکا دینے والا کام تھا۔ وہ کوٹا لوائیس  
 اُس کے انتظار میں کھڑی تھی۔ اُس نے کہا: ”بشر! اس! مجھے  
 معاف کر دیجیے گا۔ ڈیڈی نے مجھے قائل کر لیا ہے کہ یہ واقعی  
 ایک حادثہ تھا۔“

”شکریہ مس لاک ڈوڈ! اُس نے خوشدلی سے کہا۔ اگلی بار  
 میں خود یہ فرض سرانجام دوں گا۔“

”نہیں! یہ کام میں ہی کروں گی، ورنہ اس مہم میں میری  
 موجودگی بے کاشابیت ہوگی۔“ ایکس نے ضد کی۔

اگلے دن انہیں جو موسمی رپوٹ ملی، وہ سفر کے لیے  
 سازگار نہ تھی۔ اگلی منزل اُس لینڈ تھی اور اُس لینڈ میں دوسرے  
 کے بعد گری دھند چھا جانے کا احتمال تھا؛ چنانچہ انہیں ایک  
 دن اور ان ویئر گورڈن کے قصبے میں ٹھہرنا پڑا۔

راس صبح سویرے لینڈ سے بھاڑا اور اُس نے ہوٹل  
 کے ہال میں جا کر لنڈن کے محکمہ موسمیات کو فون کیا۔ یہ جان کر  
 اُسے اطمینان ہو کر موسمی پیش گوئی حوصلہ افزا ہے۔ اُس نے کپڑے  
 بدلے، اپنی کپڑا اٹھائی اور ہال میں آگیا۔ ایکس، سفید اور آل  
 میں ملبوس تھی اور فلائنگ بوٹ پہنے اُس کے انتظار میں کھڑی  
 تھی۔ راس نے کہا: ”مس لاک ڈوڈ! یہ لباس آپ کو خوب سچ  
 رہا ہے۔“

اس تعریف پر لڑکی بہت خوش ہوئی۔ ناشتے کے بعد وہ  
 موٹر بوٹ کے ذریعے ہوائی جہاز تک پہنچے۔ راس نے انجن اشارت  
 کیا۔ ہوائی جہاز دیر تک پانی میں تیرنے کے باوجود ہوا میں  
 بلند نہ ہو سکا تو راس نے کہا: ”ہمیں دس گیلن پٹرول سمندر  
 میں پھینکا پڑے گا۔“ پمپ کے ذریعے اُس نے انجن کی ٹینکی  
 سے تیل نکالا اور سمندر میں بہا دیا۔ اس بار ڈیڈی مل دوڑنے  
 کے بعد جہاز فضا میں بلند ہوا اور آہستہ آہستہ اوپر اُٹھنے لگا۔  
 اسکاٹ لینڈ پر اُڑتے ہوئے راس نے اگلے اسٹاپ پر رک جا کر

وائلیس بی بی بھی اور اپنی پوزیشن سے آگاہ کیا۔ ہر آدھ گھنٹے بعد وہ ٹرک جاؤں کو اپنی پوزیشن سے مطلع کرتا رہا۔

اب وہ کھلے سرمد کے اوپر اڑ رہے تھے۔ خالی سمند میں انہیں صرف ایک ٹرائلر نظر آیا۔ انسانوں کی دنیا سے اُن کا رابطہ کٹ چکا تھا۔ بادلوں کی وجہ سے اس کو پندرہ سو فٹ کی بلندی پر آنا پڑا۔ بادل دم بدم نیچے آ رہے تھے جس کی وجہ سے اُسے بلندی کم نہ ہوتی۔ آخر کار اُس نے سو فٹ کی بلندی پر اترتے ہی جی۔ اے۔ ب۔ اے سمند میں اُٹھتی ہوئی لہریں صاف دیکھ رہے تھے۔ ”ساحل اب صرف ساٹھ میل دُور ہے۔“ اس نے اعلان کیا۔

اچانک دُھند میں سے ایک سیاہ رنگ کی چٹان اُبھری جس کے نیچے سمندر کی موجیں کھٹ اُڑاتی اور ایک دوسری سے لڑتی پھرتی نظر آئیں۔ ساحل پھر یلا تھا اور اُسے دیکھ کر خوف آتا تھا۔ یہ اُس لینڈ تھا۔ بجز اور سو۔ ہوائی جہاز نے ایک دو چکر لگائے اور ایک مناسب جگہ پر گھرے پانی میں اتر گیا۔ اِس بار ایکس نے نہایت کامیابی سے ہوائی جہاز کا کنڈا پیڑاک پیچے کے حلقے میں ڈال دیا۔

اُس نے فلوٹ پر کھڑے کھڑے کہا، ”مشراس! اِس بار تو میرے پاؤں بھی نہیں بیٹھیں گے۔“ جہاز کے سارے ہوتے ہی ایک موٹر بوٹ اُس کے پہلو سے آگئی۔ اُنہوں نے موٹر بوٹ میں اپنا سامان منتقل کیا اور اُس میں بیٹھ کر ساحل پر جا اُترے۔ ہوٹل میں کچھ دیر قیام کرنے کے بعد راس اور ایکس بندرگاہ پر آئے اور اُنہوں نے جہاز میں تیل بھرا۔ یہ خاصا تھا کہ دینے والا کام تھا۔ شام کے سات بجے واپس ہوئے۔ پہنچے۔ رات کے کھانے پر راس کچھ بھی دیکھا سکا۔ اُس کا خیال تھا کہ وہ جلد ہی جائے گا تا کہ صبح تک اپنی نیند پوری کرے، مگر اس قبضے کے میئر سونسن کی دعوت پر انہیں ایک استقبالے میں شریک ہونا پڑا۔ وہاں اُن تین قبضے نے تقریریں کیں اور جنیں آدمی رات کے بعد انہیں فارغ ہونے کا موقع ملا۔ راس نے پانچ بجے صبح کا الارم لگایا۔ وہ جی بھر کر سو بھی دس کا تھا کہ الارم بجنے لگا۔

ناشتے کے بعد وہ قبضے کے دفتر میں سیٹ گیا۔ معلوم ہوا کہ آج سہ پہر تک موسم صاف رہے گا۔

ہوائی جہاز کا پٹرول تیرہ سو میل کی اُڑان کے لیے کافی تھا۔ مطلع صاف تھا اور دھوپ نکلی ہوئی تھی۔ ساڑھے نو بجے انہیں سمند میں برف کے تودے تیرتے نظر آئے۔ راس نے اپنے اگلے مقصد آئیٹنگ سائیکل وائلیس پیغام بھیجا تو مطلع ہوا کہ وہاں بادل بادل بچھا رہے ہیں اور سہ پہر تک روشنی کم ہو چکا ہے۔

اب وہ پانچ ہزار فٹ کی بلندی پر اڑ رہے تھے۔ اُن کے نیچے بادل تھے جو دونوں طرف سفید ہوا میدان کی طرح پھیلے ہوئے تھے۔ راس نے وائلیس کیا تو معلوم ہوا کہ وہ آئیٹنگ سائیکل کے اوپر اڑ رہے ہیں۔ بادلوں میں کوئی ایسا روزیلا نظر نہیں آ رہا تھا جس سے جہانک کروہ اترنے کے لیے کسی مناسب مقام کا انتخاب کر سکتے۔ پندرہ منٹ تک جہاز قبضے کے اوپر چکر لگاتا رہا۔ ایک چکر میں جہاز مغرب کی طرف دُور تک چلا گیا۔ اُس طرف بادلوں کا میدان خاصا اُونچا تھا۔ سفید سطح جہاز کے فلوٹ کے اتنی قریب آگئی کہ راس کو اوپر کا رخ کرنا پڑا۔

خوف کی سرد لہر اُس کے سارے وجود میں دوڑ گئی تھی۔ اُس نے پوری قوت سے تھرائل کھولا اور وہیل گھمایدی۔ ایک جھٹکے کے ساتھ اوپر اُٹھا تو لاک ڈوڈ اور ایکس اپنی اپنی سیڈیوں پر پل گئے۔ اُنہوں نے گھبرا کر پائلٹ کی جانب نگاہیں اٹھائیں۔ وہ کھڑکی میں سے ٹھکا ہوا نیچے دیکھ رہا تھا۔ اُس نے پروفیسر لاک ڈوڈ کی طرف رخ موڑا۔ پروفیسر یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ اُس کا چہرہ کاغذ کی طرح سفید پڑ چکا ہے۔ ”کیوں کیا ہوا؟“ لاک ڈوڈ نے پوچھا۔ ”ذرا نیچے دیکھیے!“ راس نے کہا۔ ”کچھ نظر آ رہا ہے آپ کو؟“

”بادل.... صرف بادل۔“ لاک ڈوڈ نے کہا۔ ”بادل نہیں.... برف.... بادل تو ایک سرباب ہے۔“



# قابل اعتماد کالا کولا ہیئر ٹانک

بالوں کی قدرتی غذا ہے۔ اس کا روزانہ استعمال بالوں کو گرنے سے روکتا ہے، اور خشکی دُور کرتا ہے!

یہ برف اُس کیسب کھاتی ہے۔" اس نے کہا۔  
پہاڑ کی چوٹی پر جی برف بادلوں سے مل گئی تھی۔ اگر دو چار لمبے اور اس کو پوش نہ آتا تو وہ اُس سے ٹھوگے ہوتے۔  
"اینگلہ سالک سے ریڈیائی رابطہ قائم کرنے پر معلوم ہوا کہ آج وہاں اتنا مشکل ہے۔" اس نے جہاز کا رخ مشرق کی طرف موڑتے ہوئے کہا، "سرا! یہیں رک جاؤ کہ لوٹنا پڑے گا۔"

"کیا ہمارے پاس اتنا پٹرول باقی ہے؟" لاک فوڈ نے پوچھا۔

"یقیناً۔" پائلٹ نے جواب دیا۔  
"ایکس! ہمیں بچ کے لیے کچھ دو۔" لاک فوڈ نے کہا۔

ایکس نے ایک پیسٹ سے کچھ سینڈویچ نکالے اور انہیں دیے۔ سینڈویچ کھانے کے بعد اُس نے حساب لگایا تو معلوم ہوا کہ جہاز میں چھ گھنٹے کی پرواز کا پٹرول موجود ہے؛ تاہم ایندھن بچانے کے لیے وہ جہاز کو سات ہزار فٹ کی بلندی پر لے گیا۔ انہیں اڑتے ہوئے پانچ گھنٹے ہو چکے تھے۔ اس نے کہا: "میں لاک فوڈ! کیا آپ اپنے ڈیڈی سے نشست بدلنا پسند کریں گی؟"

"ٹھیک ہے۔ تھوڑی سی تبدیلی سے کچھ یوریت کم ہوگی۔" ایکس نے جواب دیا۔

باپ بیٹی نے بیٹیس بدل لیں تو اس نے کہا: "میں لاک فوڈ! کیا آپ مجھے باتوں میں لگائے رکھیں گی؟ مجھے نیند آرہی ہے۔"

ایکس نے اُسے جگائے رکھنے کے لیے جہاز کی مینزین کے متعلق پے درپے سوالات شروع کر دیے جب ان سوالات کا ذخیرہ ختم ہوا تو اُس نے پائلٹ سے اُس کی زندگی کے حالات پوچھنے شروع کیے۔ اس دوران انتہی حد تک کا ذکر بھی ہوا۔ ایکس نے اُس کا پتہ معلوم کیا اور اچانک یوں لگا

جیسے باتوں کا ذخیرہ ختم ہو گیا ہو لیکن عین اُس لمحے پائلٹ کو دُور آتی پریشانی نظر آگئی۔ ایک سوڈن میل آگے رک جاؤ کہ سے جو سگنل موصول ہوا، اُس سے پتہ چلا کہ وہاں روشنی غاص ہے اور بادل بھی نہیں لیکن ہوا تیز چل رہی ہے۔

آخر قصبے کے خدوخال صاف نظر آنے لگے۔ ہوائے میں خاصا طوفان اٹھا کھٹا تھا؛ تاہم اس، جہاز کو صحیح سمت اُتارنے میں کامیاب ہو گیا۔ ٹینگی میں صرف پانچ گیلن پٹرول باقی رہ گیا تھا۔ تیز ہوا سے بچانے کے لیے اُس رات جہاز کو خشکی پر لانا پڑا۔ رات دس بجے اس کو بہتر میں جانے کا موقع ملا۔ صبح دو بجے اچانک اُس کی آنکھ کھل گئی یہ خیال اُس کے ذہن میں مٹوئی کہ کچھ دیر تھا کہ ممکن ہے واپسی سفر میں ان کے سنڈر خراب ہو گئے ہوں، اور نئے سنڈر رام پیک کے علاوہ اور کہیں سے نہیں مل سکتے گویا اس قسم کا یہیں خاتمہ باخیر ہونے والا تھا۔

اگلے دن اُس نے ان کے سنڈر نکالے۔ پڑتال کھنے پر معلوم ہوا کہ وہ صحیح سالم ہیں۔ لیکن ان کو ہلنے اور سنڈر نکال کر انہیں صاف کرنے کا کام خاصا لمبا تھا۔ کہیں دوپہر کو وہ فارغ ہو کر باپ واپس آتے ہوئے راستے میں ادویات کی ایک دکان بٹتی تھی۔ کیسٹ سے اُس نے "ٹرکسی جن" کی ایک بڑی بوتل خرید لی۔ پھر ایکس کے ہمراہ وہ بندرگاہ پہنچا اور وہاں دونوں شام تک کام کرتے رہے۔ انہوں نے سنڈر صاف کر کے انجن میں نصب کیے۔ پھر وہ بوتل واپس چلے آئے اور ڈر کیا۔ اس نے سونے سے پہلے ٹرکسی جن کی ایک ٹیکہ پانی سے کھائی۔ دس منٹ کے اندر اندر نیند اُس پر غالب آگئی صبح اُس کی آنکھ کھلی تو وہ اپنے آپ کو بڑا تازہ دم محسوس کر رہا تھا اُس دن اس نے ایکس کو جہاز اڑانے کی ابتدائی تربیت دی۔ دوپہر کے بعد انہوں نے جہاز میں پٹرول بھرا۔ اُس شام جو موسمی رپورٹ ملی، اُس کے مطابق اگلے دن پرواز کے لیے انتہائی موزوں تھا۔ رات اُس نے پھر ایک ٹیکہ کھائی اور پانچ بجے صبح کے لیے الام دگا کر سو گیا۔

اگلی صبح ساڑھے سات بجے ہوائی جہاز فضا میں بلند ہوا۔ ایک گھنٹے کی پرواز کے بعد انہیں پہلی "پیک" اُس دکھائی دی۔ برف کے اوپر گھنی دھند کا بادل چھایا ہوا تھا۔ مزید ایک گھنٹہ پرواز کر کے تو گرین لینڈ کے ٹوٹے ٹھوٹے ندانے دار پہاڑ نظر آنے لگے۔ ان پر بچے گھیشیر ساحل تک آ پہنچے تھے۔

اس نے سانس روک کر کہا: "سرا! یہی خوفناک جگہ ہے جہاں ہمیں اُترنا ہے۔"

اینگلہ سالک سے پائلٹ کو باقاعدہ سگنل مل رہے تھے۔ انہیں پرواز کر کے ہوتے تین گھنٹے ہو چکے تھے جب وائیس کے کھینے نظر آئے اور ایک چھوٹا سا دریا جو سمندر میں گر رہا تھا۔ دریا کے کنارے گرجانا ایک مکان دکھائی دیا اُس کے گرد سات آٹھ چھوٹے چھوٹے مکان تھے۔

"کیا یہی اینگلہ سالک ہے؟" ایکس نے پوچھا۔  
"یہ مشرقی گرین لینڈ کا سب سے بڑا قصبہ ہے۔ پانچ چھ سو مل آگے جا کر اس سے بڑا قصبہ ملے گا۔" اُس کے باپ نے ہنستے ہوئے کہا۔

اس نے بندرگاہ کے اوپر ایک پتھر لگایا۔ بندرگاہ کے بیرونی حصے میں برف کے ٹکڑے تیر رہے تھے۔ دو آتش گاہوں کے درمیان جو گلی بن گئی تھی، وہاں اُس نے اپنا جہاز اتارا۔ یہ اُس کی مہارت کا واضح ثبوت تھا کہ وہ برف کے تیرتے ہوئے ٹکڑے سے جہاز کو بچا لے گیا۔ ایکس نے اس بار بھی حمایت پھر کر کے جہاز کی زنجیر تیرتے ہوئے پہلے کے حلقے میں ڈال دی؛ تاہم اُس کے پاؤں برفانی پانی میں جھیک کر سن ہو گئے۔ کہیں میں اگر اُس نے گیلے ہوئے اُتار کر پاؤں کی مائل کی۔ اتنے میں ایک موٹر بوٹ جہاز کے ساتھ آگئی۔ انہوں نے اپنا سامان اُس میں رکھا اور ساحل پر اُن اُترے۔ ایک گورے آدمی نے اُن کا استقبال کرتے ہوئے اپنا تعارف کر لیا: "میں اس شہر کا گورنر ہوں۔" اُس کے گھر میں اُن کی ملاقات اُس کی بیوی سے ہوئی جو اسکیمو تھی۔ گورنر نے اُن کی خاطر مدارات میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ کھانے کے بعد اس اور

ایکس نے ساحل پر جا کر جہاز میں وافر پٹرول بھرا۔ واپسی پر وائیس اسٹیشن کے اہلکار سے معلوم ہوا کہ اس برس گرین لینڈ میں گھڑ زیادہ پڑ رہی ہے اور ایک بچے دن تک "جولین اباب" میں اتنی دھند چھا جاتی ہے کہ ارد گرد کچھ نظر نہیں آتا۔ رات کا کھانا کھانے کے بعد وہ اپنے بستر تھیلوں میں گھس گئے۔ ایکس اور لاک فوڈ جلد ہی سو گئے، لیکن اس کو نیند نہیں آ رہی تھی۔ اُسے موسمی رپورٹ کی روشنی میں اگلے دن کا سفر محسوس نظر آ رہا تھا۔ مجبوراً اُس نے ٹرکسی جن کی ایک ٹیکہ کھائی اور اُسے فوری نیند آگئی۔ صبح، کلاک کا الام بجا تو اُس کی آنکھ کھلی۔ اُسے محسوس ہوا کہ وہ رات بھر کوئی خواب دیکھتا رہا ہے، مگر اُس کی جزئیات ذہن سے باہر ہو چکی تھیں۔

جب وہ ساحل پر پہنچے، دُھوپ چمک رہی تھی انہوں نے گورنر کی مہمان نوازی کا شکریہ ادا کیا اور جہاز میں بیٹھے۔ پندرہ منٹ ٹیکسی کرنے کے بعد کہیں ٹیک آف کے لیے پائلٹ اس کو مناسبت مل گئی۔ اُس میں بھی آوارہ برف کے ٹکڑے تیر رہے تھے۔ اُس نے جہاز کو فضا میں بلند کیا اور مغرب کی طرف اُس کا رخ پھیر دیا۔ کچھ پھٹے پھریٹے ساحل پر دریا تک انہیں کوئی آبادی نظر نہ آئی۔ گرین لینڈ کا جزیرہ میوٹس کن حد تک بنجر اور ویران تھا۔ ایک گھنٹہ گزرنے پر انہیں یولین اباب سے پیغام ملا کہ وہاں دھند گہری ہو رہی ہے۔ پائلٹ نے لاک فوڈ سے کہا: "سرا! ہمیں اینگلہ سالک لوٹنا پڑے گا۔"

"ہمارے پاس کتنا پٹرول باقی ہے؟" لاک فوڈ نے پوچھا۔

"تقریباً نو گھنٹوں کی پرواز کے لیے کافی ہوگا۔"

"کیا بہتر ہوگا کہ ایک گھنٹہ اور سفر کے بعد کوئی فیصلہ کریں؟" لاک فوڈ نے کہا۔  
"بہت اچھا!۔" اس نے جواب دیا۔  
وہ ساحل کے اوپر اُترے۔ رہے۔ اچانک ایک مقام پر انہیں چھوٹی سی آبادی نظر آئی۔ اسکیمو ہوائی جہاز کی آواز سن



کوساحل پر آکھڑے ہوئے تھے۔ وہ طیارہ تین سو فٹ نیچے لاکر آبادی کے اوپر اڑنے لگے۔ عین اُس لمحے ایک لگ ساکن سے وائرلیس بیچنا آیا کہ وہاں بھی دھند چھا چکی ہے اور وہاں بھی جہاز سلاستی سے نہیں اُتاراجاسکتا؛ چنانچہ انہوں نے ایک سو دوں کی بستی کے نزدیک اُترنے کا فیصلہ کر لیا، کیونکہ وہاں ساحلی سمندر چٹانوں سے خالی تھا اور برف بھی نہیں تھی۔ پانٹ نے جہاز اُتار دیا اور اُسے ٹھیک کر کے جوئے ساحل کے نزدیک لے آیا۔ ایک سو ساٹھ پچھترے اُن کا انتظار کر رہے تھے طیارہ ایک جگہ آہستہ کی سے ریت پر ٹک گیا تو پانٹ جہاز کا کیبل ہاتھ میں لے ساحل کی طرف بڑھا۔ ایک ایک سو نوے آگے بڑھ کر اپنا قندق کر لیا، ”چیف ٹوکی!“ اُسے بس اتنی ہی انگریزی آتی تھی۔ پھر سارے ایک سو ہوائی جہاز کے گرد جمع ہو گئے۔ کوئی نوے ایکس کے کپڑوں کو انگلیوں میں لے کر دیکھ رہی تھی اور کوئی اُس کے بال چھو رہی تھی۔ تب کسی نے اُس کے ٹوٹی ہوئی زپ دیکھ لی۔ ایک لڑکی نے ہاتھ بڑھا کر اُسے کھینچا تو وہ کھل گئی اور سارے ایک سو نوے کھلا کر نکلتے پڑے۔

راس نے غصے میں کہا، ”ٹوکی!“

ٹوکی نے اپنی زبان میں کوئی حکم دیا اور عورتیں پیچھے ہٹ گئیں۔ پھر چیف کی بیوی آگے آئی اور ایکس کو اپنے ساتھ کمر لے گئی۔ ایکس نے مکان کے اندر قدم رکھا ہی تھا کہ بدلو کے ایک تیر بھپکے نے اُس کا رخ موڑ دیا۔ یہ بدلو مڑے ہوئے گوشت، پیشاب، گنتوں کے بھیکے بالوں اور بچوں کے پانخانے کا مفلوج تھی۔ ایکس گھبرا کر پیچھے ہٹتی تو راس نے کہا، ”مس لاک ڈو!“ اسے برداشت کرنا ہی پڑے گا۔ یہ لوگ بڑے حساس ہوتے ہیں۔“ ایک سو دوں کے اس خاندان کا گھر ایک ہی لمبے کمرے پر مشتمل تھا چھت چھتر سو ٹونوں پر کھڑی تھی۔ انہی سٹونوں پر چڑے کی ریتیاں تھیں اور اُن پر چڑے ٹنگے تھے۔ اس طرح کمرہ کو کیلیوں میں تقسیم کر لیا گیا تھا۔ اُن کے درمیان پردہ بیلے نام ہی تھا۔ دیوار کے ساتھ دو فٹ اونچا پلیٹ خام بنایا گیا تھا۔ گویا یہ ایک لباس پانچ تھا۔ اُن کی زندگی کے بیشتر معمولات

اسی پر سرافرا کرتے تھے۔ نیچے بقیہ فرش کتوں کے لیے وقف تھا۔ یہیں گوشت کا جانا اور شکار کے سامان کی مہرمت تھا۔ اُن کے سامنے اُبلے گوشت کی ایک پلیٹ رکھی گئی تھی۔ دیکھ کر انہیں گھن آئی، لیکن کھانے میں یہ گوشت خاصا لالہ ثابت ہوا۔ یہ بیل یعنی دریائی بچھڑے کا گوشت تھا۔ دوپہر آرام کرنے کے بعد وہ ساحل پر آگئے اور ایک سو دوں کی مدد سے جہاز کھینچ کر لے آئے۔ یہاں ریتوں کی مدد سے اُسے کنارے کے پتھر سے باندھ دیا۔ انہوں نے کچھ کھانے پینے کی چیزیں چیف کو تحفے کے طور پر دیں۔ ایک سو بہت خوش ہوئے۔ یہ لوگ بہت غریب تھے جس زمین پر وہ رہتے تھے، اُس کی مٹی سے کچھ نہیں نکلتا تھا۔ بیل کے شکار کے ہوا اُن کا اور کوئی ذریعہ روزگار نہ تھا۔ جو چیز ملتی تھی وہ بانٹ کر کھاتے۔ سیر ہوتے تو سبھی سیر ہوتے۔ بھوک آتی تو سب اُس میں برابر شریک ہوتے۔

کمرے کے اندر فضا میں بہت گھٹن تھی۔ ٹھنڈا اور بستر تھیلوں میں گھس کر لیٹ گئے لیکن انہیں نیند نہیں آ رہی تھی۔ راس اگلے روز کے سفر کی سوچ رہا تھا بہت دیر تک نہ آئی تو اُسے تراکی جن کی ایک ٹیکہ کھانی پڑی۔ صبح وہ معمول کے خلاف دیر سے اٹھا۔ ایکس اُس سے پیٹلے کپڑے پہن کر تیار ہو چکی تھی۔ راس نے کہا، ”تمام رات مجھے خواب نظر آتا رہا۔ کہا دیکھنا ہوں کہیں ایک جہازوں سے پتہ میدان ہر جاگ رہا ہوگا اور میلوں تک بھاگتا چلا گیا ہوں۔“ ساتھیوں کو اس عجیب خواب پر بڑی حیرت ہوئی۔ اُبلے گوشت کا ناشتہ کرنے کے بعد وہ ساحل پر آئے۔ ٹوکی اور اُس کے آدھیوں کی مدد سے جہاز کو اوپر اٹھنے میں کوئی مشکل پیش نہ آئی۔ اڑھائی گھنٹے کی پرواز کے بعد وہ جوں جوں اہل کے اوپر اُڑ رہے تھے۔ یہ آبادی ایک لگ ساکن کی نسبت خاصی بڑی تھی۔ یہاں جہاز اُتارنے میں کوئی وقت پیش نہ آئی۔ راس نے لاک ڈو کی طرف متوجہ ہو کر کہا، ”ہم اپنی منزل تک پہنچ گئے ہیں۔“

”صرف تمہاری محنت کا نتیجہ ہے، ہر شے راس!“ پروفیسر نے کہا۔

ساحل سے ایک بستی کی کشتی اُن کی طرف آئی۔ اُسے دو اُوپے قند کے ایک سو چار رہے تھے جن کے چہروں پر یورپی نقوش واضح تھے۔ وہ تھوڑی بہت انگریزی بول سکتے تھے۔ ”کیا کوئی جیمسن نامی آدمی ہمارے انتظار میں یہاں ٹھہرا ہوا ہے؟“ راس نے پوچھا۔

”آہا تھا، لیکن وہ جہاز پر بیٹھ کر گاتھاب چلا گیا ہے“ ایک ایک سو نے جواب دیا۔

راس اور لاک ڈو کو اس خبر پر حیرت ہوئی۔ گورنر سے ملنے کے بعد اس خبر کی تفصیل معلوم ہوئی۔ جیمسن کو جہاز میں ایک حادثہ پیش آیا تھا اور اُس کی ٹانگ ٹوٹ گئی تھی۔ یہاں اسپتال میں اُس کے لیے کوئی جگہ نہ تھی؛ چنانچہ وہ تصویر کشی کا سامان اس جگہ چھوڑ کر واپس چلا گیا۔ جہاز کو تین دن بعد اس بندرگاہ پر چھڑا تھا۔ راس نے کہا، ”اب جیمسن ہمارے لیے بے کار ہے۔“ ڈو کو رانی اور سروے کا کام بھی نہیں خود سر انجام دینا ہوگا۔“

اگلی صبح کیمرو لیے راس اور ایکس جہاز میں سوار ہوئے۔ اس سے پہلے راس نے کیمرو استعمال کرنے کا طریقہ ایکس کو سکھا دیا تھا۔ ایک مختصری اُڑان کے بعد وہ برائٹ لاک کے اوپر اُڑ رہے تھے۔ یہ علاقہ گرین لینڈ کے مغربی ساحل کی طرف واقع تھا جو مشرقی ساحل سے بہت مختلف تھا۔ سمندر اکثر مقامات پر تنگ آبنائوں کی صورت میں خشکی میں ڈوبتا تھا۔ آبنائوں کے دونوں جانب پہاڑیاں تھیں جن پر گھاس اُگی ہوئی تھی۔ فضا سے زمین خبردار آباد دکھائی دیتی تھی، لیکن برائٹ لاک میدان خاصا ہوا تھا اور فضا سے یہ صاف نظر آ رہا تھا کہ ماضی میں، بہت پہلے یہاں کوئی بستی قائم تھی۔ زمین پر گڑھ ٹھکانے اور چھوٹی چھوٹی مستطیلیں جن تھیں جو ظاہر کرتی تھیں کہ یہاں کبھی پتھر کے مکانات موجود تھے۔

انہوں نے اس علاقے پر پندرہ منٹ تک پرواز کی، لیکن

ایکس کیمرو استعمال نہ کر سکی۔ راس کو ایک اکبنا نے میں جہاز اُتارنا پڑا۔ اپنی سیدٹ سے اُٹھ کر وہ ایکس کے پاس آیا اور اُس نے کہا، ”آپ غلط ہیں دہاری تھیں۔ اصل میں تو یہ ہے!“ راس نے تصویر کشی کے متعلق ہدایات دہرائیں اور اُسے کیمرو سیدٹ کر کے دیا۔ اس کے بعد کی اُڑان میں کیمرو ٹھیک ٹھاک فوٹو لیتا رہا۔ دس منٹ بعد ایک ریل ٹیم ہو گئی۔ ”جولین اہاب“ میں واپس آکر مسکریہ پیدا ہو کر کیمرو پر ڈیوٹ کیسے کی جائیں۔ خوش قسمتی سے قبضے کا گورنر یہ کام جانتا تھا۔ اُس نے فوٹو ڈیوٹ بھی کیے اور ایک اور کانی کی دعوت بھی دی۔ یہیں فیصلہ ہو کر برائٹ لاک میں کیمپ لگانے کے لیے اُن کا سامان کشتی کے ذریعے وہاں بھیجا جائے گا یہ انتظام اگلے دن پُر ملتوی کر دیا گیا۔

وہ پہلی شام تھی جب راس کو ہر طرح کی خدمت حاصل تھی۔ اس کے باوجود وہ اتنا تھک چکا تھا کہ اُس کے اعصاب کُن آشنا ہونے سے انکار کر رہے تھے۔ ایکس نے اُس کی رعایت دیکھی تو مشروب کا ایک گلاس لے آئی۔ ایکس کی باتوں اور مشروب کے چند گھنٹوں نے اُس کی تھکن گھٹادی، لیکن رات اُسے پھر خواب آور ٹیکہ کھانی پڑی۔ وہ صبح بیدار ہو کر سوتا رہا، لیکن اُس کی نیند سکون سے عاری تھی۔ وہ اچانک خوفزدہ سا ہو کر جاگا۔ اُسے سُرس ہوا جیسے اُس نے کوئی نہایت خوفناک خواب دیکھا ہو۔ اُس کے ہاتھ اور پاؤں ٹھنڈے پڑ چکے تھے، مگر اُس کی پیشانی پسینے سے تر تھی۔

صبح کا مکمل تھا اور نوبلین اہاب کی ساری آبادی ساحل پر جمع تھی۔ وہ جہاز کو زمین سے اوپر اُٹھتے دیکھنا چاہتے تھے۔ جہاز فضا میں بلند ہو گیا تو قبضے کا ڈاکٹر لاک ڈو کے پاس آیا۔ اُس نے کہا، ”پروفیسر! گرین لینڈ کا ہوائی سفر اعصاب شکن ہوتا ہے۔ میں نے دیکھا ہے کہ آپ کے پانٹ کو بہت زیادہ آرام کی ضرورت ہے۔“

”اس مشورے کا شکریہ، ڈاکٹر! ... میرا پانٹ، راس بہت فرض شناس ہے اور فرض شناسی حد سے بڑھ جائے تو

# پہلی بار

## کچی چمکار

### کپڑے اچھے

صابن سے بالکل مختلف زیادہ طاقتور، دھلائی کی ڈرجنٹ ٹمکیہ



رین آزمایئے! صاف ترین دھلائی کے لئے طاقت سے بھرپور ڈرجنٹ ٹمکیہ کپڑے کتنے ہی پہلے کیوں نہ ہوں تب میں ہنسنے لگتی تھی۔ ہنوز سارن کپڑوں پر مل کر جھاک ہی جھاک بنائے تھے۔ رین کا طاقتور جھاک میل کوڑے اکھاڑ دیتا ہے۔ رین کی دھلائی سب سے صاف، سب سے اچھے اور اگلائی ہے۔ ہنوز سارن صابن سے کہیں زیادہ کپڑے دھوتا ہے۔



تھوڑا سا رین - بہت سی صفائی

استعمال کے دوران  
پیشہ ہواؤ صابن  
دلی ہوں گے۔

RELINTAS

دس میل دو کیمپ لگایا۔ آجیگو نے ہمیں کوئی تکلیف نہ ہونے دی، لیکن آج صبح اُس نے کیمپ اٹھانے اور اس جگہ آنے میں بہت جلدی سے کام لیا۔ جانے کیوں!

”آجیگو نے اس جلدی کی وجہ کیا بیان کی؟“ اس نے پوچھا۔  
”وہ کچھ رہا تھا کہ اس جگہ میں سورج ڈھلنے سے پہلے پہلے پہنچنا چاہیے۔“ لاک وڈ کے بجائے ایکس نے جواب دیا۔  
پائلٹ، اس نے اپنے ماحول کا جائزہ لیا، مشرق کی طرف ایک چھوٹی سی پہاڑی تھی جس پر گھاس لگی ہوئی تھی۔ جنوب کی جانب ایک چھوٹی سی ندی کھاڑی مل کر رہی تھی۔ کھاڑی ریتی تھی اور سوائے مغرب کے، ہر پہلو ہواؤں سے محفوظ تھا۔

”کیمپ کے لیے ہمیں اس سے زیادہ موڑوں جگہ ملنا مشکل تھی۔ یہاں مشین بھی محفوظ رہے گی اور ہمیں پینے کو میٹھا پانی بھی ملتا رہے گا۔“ اس نے کہا۔

”واقعی یہ کیمپ کے لیے بہت موڑوں مقام ہے، لیکن اس کے انتخاب میں پہل ہماری طرف سے نہیں ہوئی۔“ لاک وڈ نے کہا۔

”کیا مطلب؟“ اس نے پوچھا۔

”وہ سامنے جو گھاس کا میدان دکھائی دے رہا ہے، وہاں پتھروں کی دو قطاریں ایک دوسرے سے زاویہ قائم پر مل رہی ہیں۔ یہاں کبھی ایک مکان تھا۔“

”آج سے کتنا عرصہ پہلے یہ مکان بنا تھا؟“ اس نے پوچھا۔

”کم از کم ایک ہزار سال پہلے۔ جب براٹالڈ کے اس میدان میں پہلی کستی آباد ہوئی تھی۔“ لاک وڈ نے جواب دیا۔

اُسے اس کیسٹو زبان کے چند لفظ آتے تھے۔ اُس نے اُن سے کام لے کر اس کیسٹو آجیگو اور میرا کہ سے کہا کہ وہ سامان موٹر بوٹ سے نکال لائیں اور ندی کے کنارے غیر نصب کریں۔ دونوں اس کیسٹو کو دیرینہ مذہب کی حالت میں نظر

مندی بن جاتی ہے۔ ہمیں ہر ممکن کوشش کروں گا کہ اُسے کچھ دنوں کے لیے کام سے باز رکھوں۔“ لاک وڈ نے جواب دیا۔  
واپس آکر گورنر نے لاک وڈ کا تعارف اُن دو کیسٹوؤں سے کرایا جو اُن کے ساتھ براٹالڈ جانے کو تیار تھے۔ یہ دونوں اس کیسٹو پوری شکل و صورت کے تھے۔ ان میں سے ایک جس کا نام آجیگو تھا، ایک موٹر بوٹ کا مالک تھا۔ دوسرے کا نام میارک تھا۔



اگلے دن اس بجے جیس کا جہاز بھی پہنچا۔ جیس اپنی برتھ پر لیٹا ہوا تھا اور اُس کی ٹانگ کے ساتھ وزن بندھا تھا کہ سیدھی رہے۔ وہ اس مہم میں شامل ہونے کے قابل نہ تھا، لہذا اُس نے فوٹو گراف ریلوں کا مشاعرہ کیا اور انہیں تصویر کشی کے متعلق مزید ہدایات دیں۔ ایکس نے یہ ہدایات کاغذ پر نوٹ کر لیں۔ جہاز لوٹ جانے کے بعد انہوں نے اپنا سامان آجیگو کی موٹر بوٹ میں لا دیا۔

یہ خاصا تھکا دینے والا کام تھا۔ اس میں رات کے گیارہ بج گئے۔ بے حد تھک جانے کے باوجود اس کو رات نیند نہ آئی تو وہ خواب آور گیا۔ کھانے پر مجبور ہو گیا۔ صبح پانچ بجے اُس نے پروفیسر لاک وڈ اور ایکس کو خدا حافظ کہا۔ وہ دونوں موٹر بوٹ میں براٹالڈ جا رہے تھے۔ فاصلہ ستر میل کا تھا۔ اس کو معلوم تھا کہ سفر میں انہیں دو دن لگ جائیں گے۔ اُس نے یہ دو روز جو لینا باب، میں گزارے اور جہاز کے پرزے الگ کر کے صاف کیے اور پھر باہم جوڑے۔ دوسرے دن بھی وہ آرام کی نیند نہ سوسکا؛ تاہم اُس نے خواب آور کیجیہ کھانے سے گریز کیا۔ اگلے روز گیارہ بجے اُس نے اڑن مشین فضا میں بلند کی اور دوپہر کو وہ براٹالڈ کے علاقے پر اڑ رہا تھا۔ موٹر بوٹ ایک کھاڑی کے ساحل پر لنگر انداز تھی۔ وہ آہستہ آہستہ کے ایک مقام پر اڑ گیا۔ موٹر بوٹ، جہاز کو کھینچ کر کھاڑی میں لے آئی اور اُس کے فلوٹ بڑی حفاظت سے ریت پر آئی۔  
”اُن لاک وڈ نے کہا: ”کل رات ہم نے یہاں سے

رہے اور پھر آپس میں مشورہ کرنے لگے۔ تب آجیگو نے ڈینش زبان میں تیر تیر کر کہا جسے اس نے سمجھ سکا۔ اس نے ایکس سے پوچھا، ”یہ آدمی کیا کہہ رہا ہے؟“

”میں بھی پوری طرح سمجھ نہیں پائی، لیکن معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس جگہ کیپ نہیں لگانا چاہتے۔“ ایکس نے جواب دیا۔  
 اس آجیگو کو بازو سے پکڑے، اس ہمار میدان میں لے گیا جہاں پڑائی بستی کی بنیادوں کے آثار موجود تھے۔ ”یہاں کیپ لگاؤ؟“ اس نے کہا۔

ایکس نے انکار میں سر ہلایا اور کچھ کہا۔ ایکس فوراً بالائی گھر رہا ہے یہاں کیپ لگانا چاہتا نہیں رہے گا۔  
 اس نے کہا: ”بس ایکس، اس سے پوچھیے یہاں کیپ لگانا کیوں اچھا نہیں؟“

ایکس نے ڈینش میں آجیگو سے سوال کیا اور اس کا جواب سن کر کہا: ”میں صرف اتنا سمجھ سکی ہوں کہ اس جگہ رات کے وقت کیپ نہیں لگانا چاہیے۔“

”اس سے پوچھیے رات کے وقت کیوں نہیں؟“  
 ”یہ کہہ رہا ہے کہ وہ پڑنے لوگ پسند نہیں کرتے۔“ ایکس نے ایکس کو جواب سن کر کہا۔

اس نے سوچا یہ کام پہلے ہی کونسا آسان تھا کہ اس میں ایک اور بیچ پڑ گیا۔ اتنا ہم اس نے چہرے پر مسکراہٹ لاتے ہوئے کہا: ”بس ایکس! انہیں بتائیے کہ پڑنے لوگوں کا زور ہم پر نہیں چل سکتا۔ ہم ان سے زیادہ طاقتور ہیں۔ ہم ہوا میں اڑ سکتے ہیں۔“

ایکس نے کہا: ”مگر اس! مجھے یہ بات سمجھانے کے لیے دشواری استعمال کرنی پڑے گی۔“  
 ”تھوڑی سی کاوش کے بعد ایکس یہ خیال ایکسٹوٹوں تک پہنچانے میں کامیاب ہو سکی۔ ان کے ساتھ بیٹے ہوا کو وہ اپنا نیم پہاڑی کے دوسری طرف لگائیں، اسارا دن یہاں کام کریں اور سر شام اپنے خیمے میں لوٹ جائیں۔ پہاڑی کے دوسری طرف میٹھا پانی ملنے کا امکان کم تھا اور دھڑکھڑائی کی تسکین کے بجائے سخت چٹان

سے بنی تھی جہاں جہاز محفوظ کرنا ممکن ہی نہ تھا۔  
 ایکسٹوٹوں کی مدد سے انہوں نے ندی کنارے بستی کے کھنڈروں میں دو خیمے نصب کر لیے۔ پتھروں سے چولہا تیار کیا اور ٹوکے جھاڑھنکاڑے اس میں آگ جلائی۔ اس علاقے میں جو سب سے اونچا درخت تھا، وہ شکل سے چندر وقت تھا اور نہایت ٹیڑھا میڑھا۔ پانچ کرنے کے بعد لاک ڈو، برالڈ کے میدان کی طرف سیر کو نکل گیا۔ اس نے موٹر لوٹ سے چن چن گوا کر خیموں میں ترتیب سے رکھا میں اور ایکسٹوٹوں سے کیپ کے ارد گرد کی جھاریاں صاف کروائیں۔

اس کام سے فارغ ہو کر پلانٹ، اس کھاڑی کی طرف گیا۔ اڑن مشین ساحل سے قریب کی ریت پر لگی ہوئی تھی۔ پانی وہاں سے خاصا پیچھے تھا۔ کھاڑی کے دبانے کی زمین میں لکڑیاں گاڑ کر ایکسٹوٹوں نے جہاز ان سے باندھ دیا کہ اگر ہوا چلے تو وہ محفوظ رہے۔ یہ کام کتے کتے خاصا اندھیرا چھا گیا۔  
 ایکسٹوٹا اندھیرا ہونے سے پہلے ہی پہاڑی کے اس پار اپنے کیپ میں جا چکے تھے۔ اس نے سکریٹ جلا یا اور کہا: ”میں حیران ہوں کہ آخر وہ کس بات پر غور فرم رہے ہیں۔“  
 لاک ڈو نے کہا: ”یہ اپنی ہی روایات سے خوفزدہ ہیں۔“  
 ”کونسی روایات؟“ پلانٹ نے پوچھا۔

خیمے کے اندر اگر پروفیسر لاک ڈو نے بتایا: ”یہ بستی ۹۸۰ میں ناروے والوں نے آباد کی تھی چودھویں صدی میں یہ مڑہ ہو گئی۔“

”کیسے؟“ پلانٹ نے پوچھا۔  
 ”نارس حکومت کی غفلت اور نظر اندازی کی وجہ سے... ناروے والے ہر سال یہاں ایک جہاز بھیجا کرتے تھے جو آبادکاروں کے لیے لگتا رہے، ہتھیار اور دوسرے ضروری اوزار لاتا تھا۔ ان کے بدلے میں وہ یہاں سے قمار اور سرور لے جاتے تھے۔ اس تجارت میں ناروے کو زیادہ منافع نہ ہوتا، چنانچہ جہاز کی آمد میں دیر ہونے لگی حتیٰ کہ اسی برس تک کوئی جہاز یہاں نہ آیا جب اسی طویل مدت کے بعد نارس

حکومت کو اس بستی کا خیال آیا اور انہوں نے جہاز بھیجا تو یہاں کوئی نارس میں باقی نہ رہا تھا، صرف ایکسٹوٹو جو تھے۔“  
 پروفیسر لاک ڈو نے بتایا۔

”ان کے ساتھ کیا ہوا؟“ پلانٹ نے پوچھا۔  
 ”اسی برس تک انہیں اپنے ملک سے کوئی مدد نہ ملی تو وہ تہذیبی طور پر ایکسٹوٹوں کے دست نگرین گئے اور آہستہ آہستہ ان میں جذب ہو کر رہ گئے۔“ پروفیسر نے جواب دیا۔  
 ”گیا آجیگو اور دیریا، واکنگنگنگ کے وارث اور جانشین ہیں۔“ پلانٹ نے آہ بھر کر کہا۔

”یہ جو کھنڈروں سے پڑے۔ اس علاقے میں ہر جگہ برہاد شدہ مکانات کے آثار نظر آتے ہیں۔ جہاں ہم نے کیپ لگا رہا ہے، یہاں ایک بہت بڑے فارم کلر کرنی مکان تھا۔ اگر یہاں کھائی کی جائے تو نیچے سے ٹوٹے ٹھوٹے مٹی کے برتن منور ملیں گے۔ میں چاہتا ہوں کہ ہم اگلے سال پھر آئیں اور یہاں کھائی کریں۔ میں یہ ثابت کر سکتا ہوں کہ ان کھنڈروں کے نیچے آئرلینڈ کی کٹی لسل کی بستی کے آثار موجود ہیں۔ انہوں نے رات کا کھانا کھایا۔ اس عرض بلد پر اصلی اندھیرا بھی نہیں چھایا، چنانچہ صرف اتنا ہوا کہ آسمان کا رنگ گہرا نیلا ہو گیا اور پہاڑیاں بیہولوں کی مانند نظر آنے لگیں۔ ہمدردی شدید ہو گئی۔ لاک ڈو اور ایکس خیمے کے اندر جا کر بستر پر بٹھ گئے، لیکن اس آگ کے پاس بیٹھا رہا۔ وہ بار بار اٹھ کر ساحل پر جاتا اور جہاز کا لنگر چیک کرتا۔ کھاڑی میں پانی بڑھ رہا تھا۔ جب تک پانی اتر جاتا اور جہاز ریت پر نہ جھتا، وہ سو نہیں سکتا تھا۔ آدھی رات پانی اتر آیا اور ہوائی جہاز کے فلٹس ریت پر ٹپک گئے تب اس خیمے میں آکر سو گیا۔ صبح وہ دیر تک سو تا رہا تو پروفیسر نے اسے کندھے سے ہلا کر جگایا۔ پلانٹ ہڑبڑا کر اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کا ہم کاپ رہا تھا۔ پروفیسر نے پوچھا: ”مگر اس رات، نین تو ابھی طرح آئی؟“  
 ”میں نہایت غلظت ناک خواب دیکھتا رہا۔“ اس نے

دیکھے لیکن جواب دیا۔  
 ”کس طرح کا خواب؟“ پروفیسر نے پوچھا۔

”میں نہیں جانتا۔ عجیب سا خواب۔۔۔ یاد آگیا۔ یہ خواب ایک بچہ کے متعلق تھا جو برخانی پہاڑ سے اتر کر آیا اور اس نے اس دریا کی بچھرے کی لاش پر حملہ کر دیا جسے میں نے شکار کیا تھا۔ وہ مجھ سے میرا شکار چھیننا چاہتا تھا۔۔۔ میں اس سے لڑتا رہا۔۔۔ نہیں، لڑ رہا تھا۔۔۔ اور میرے ہاتھ میں بس چھوٹے دستانے کا تیرہ تھا۔۔۔۔۔“  
 وہ کہتے کہتے ٹک گیا تو پروفیسر نے پوچھا: ”اس کے بعد کیا ہوا؟“

”کس کے بعد؟“ خواب اس کے ذہن میں ابھی سے مدھم پڑ گیا تھا۔  
 ”جب تم نے بچے سے لڑائی شروع کی۔“ لاک ڈو نے کہا۔  
 ”کچھ یاد نہیں آ رہا۔ پھر میری شاید آنکھ کھل گئی۔“  
 پلانٹ نے تحقیر مار کر کہا۔

ایکس نے دیکھا کہ اس کا چہرہ بہت زرد اور تھکا تھکا سا تھا۔ انہوں نے ہوائی جہاز میں کیمرو اور فلیش رکھیں اور ایکسٹوٹوں نے جہاز کو دھکا دے کر پانی میں اتار دیا۔ وہاں تک اس اور ایکس نے اس علاقے کا ہضائی سروے کیا۔ جب جہاز کھاڑی میں اتر آ تو دونوں بہت تھک چکے تھے۔ بچے کے بعد وہ فلیش ڈومپ کرتے رہے۔ سر پہر کی چائے پیتے وقت ایکس نے پوچھا: ”پورا کام ختم ہونے میں اور کتنے دن لگیں گے؟“

”یہی پانچ دن، بشرطیکہ موسم ٹھیک رہے۔“ اس نے کہا۔  
 رات کا کھانا کھانے کے بعد وہ اس انتظار میں بیٹھ گیا کہ کھاڑی کا پانی کب اترے اور ہوائی جہاز ریت پر ٹپک کر محفوظ ہو جائے۔  
 ایکس نے کہا: ”اس! انہیں نین کی ضرورت ہے۔“



پاپا اور میں جہاز کی نگہداشت کریں گے۔ تم سو کیوں نہیں جانتے؟  
”بس ایکس! یہ میرا کام ہے اور میں ہی اسے اچھی طرح سرانجام دے سکتا ہوں۔“ راس نے خوشنودی سے کہا اور ایکس نے منہ لٹکالیا۔ گیارہ بجے شب تک پروفیسر راس کے ساتھ بائیں کرتار باپچر عجمی میں جا کر سو رہا۔ اس رات وہ بہت کم سویا۔

اگلے دن ایکس نے اسیکو آجیگو سے پوچھا: ”تم یہاں کیوں نہیں سوتے؟“  
”یہ جگہ رات کو سونے کے لیے بہت بُری ہے۔ آدھی بیاہر پڑ جاتا ہے۔“ اسیکو نے جواب دیا۔  
”لیکن ہم میں سے تو کوئی بیاہر نہیں ہوا۔“ ایکس نے کہا۔

”تم میں سے ایک آدھی بیاہر ہے۔ کیا سٹر راس بیاہر نہیں؟ یہ جگہ کیمپ کے لیے اچھی نہیں۔“ آجیگو نے جواب دیا۔  
”اس رات کھڑی میں پانی بہت دیر سے اُترا اور میں ساڑھے تین بجے اُڑن مشین کے فلوٹ ریت پر بہک سکے۔ نیند نہ آئی تو اُسے خواب آدھریکھانی پڑی۔ اُس کے زیر اثر ایک گھنٹے تک وہ گہری نیند سوتا رہا۔ پھر اچانک اُس کی آنکھ کھل گئی۔ وہ گھنٹی کے بل اٹھ کر بیٹھ گیا۔ سروی کے باجوہ اُس کے جسم پر پڑنے لگی تھی۔ اُس نے ایک ٹیکید اور کھانی اور پھر سو گیا۔ صبح دیر تک وہ سوتا رہا تو پروفیسر لاک ڈوٹ نے بازو سے ہلا کر اُسے جگانا چاہا۔ وہ اپنی جگہ ذرا بیٹھ نہ ہلا تو پروفیسر پریشان ہو گیا۔ اُس نے ایکس کو بلایا۔ پانکٹ اپنے بستر پر تھیلے میں بیٹھ کے بل سویا ہوا تھا۔ اُس کی آنکھیں بند تھیں اور چہرے کا رنگ کورسے کاغذ کی طرح سفید پڑ چکا تھا۔ سانس چل رہا تھا، لیکن بڑے دم انداز میں۔ سر دانی میں بیگے اسفنج سے چہرہ صاف کرنے کے باجوہ وہ نہ جاگا، تو پروفیسر نے کہا: ”انتہائی شدید تھکاوٹ کے باعث اس کی یہ حالت ہوئی ہے۔“

”نہیں پاپا! اس کا سبب خواب آور ٹیکیاں ہیں۔“

ایکس بولی۔  
پروفیسر نے اُس کے سامان کی تلاشی لی تو ٹیکوں کی بوتل مل گئی۔  
اُس نے کہا: ”اسے ہوش میں آنے پر کسی ڈاکٹر کو کھانا پڑے گا۔“

آجیگو اور میارک عجمی کے اندر جھانکنے لگے۔ ایکس نے باہر نکل کر پوچھا: ”کیا بات ہے؟ آجیگو!“  
”کیا راس بیاہر ہے؟“ اُس نے پوچھا۔

”نہیں تو۔۔۔“ ایکس نے کہا۔  
میارک نے بڑے خوفزدہ لہجے میں آجیگو سے اسیکو زبان میں کچھ کہا اور پھر سر پٹ بھاگ اٹھا۔  
”بے وقوف آدھی ڈر کر بھاگ نکلا۔“ آجیگو کو یہ کہنے کے باہر اُڑوں بیٹھ گیا۔

لاک ڈوٹ نے ایکس کے توسط سے پوچھا: ”تم تو نہیں بھاگ جاؤ گے؟“  
آجیگو نے بڑے خوفزدہ لہجے میں کچھ جواب دیا تو ایکس نے کہا: ”پاپا! یہ آدھی کمر رہا ہے کہ میں نہیں بھاگوں گا، لیکن شرط یہ ہے کہ یہاں سے کیمپ اُٹھالیا جائے۔“  
پروفیسر نے اس مسئلے پر کچھ دیر غور کیا۔ کیمپ کے لیے تو یہی جگہ مناسبت تھی؛ تاہم وہ آجیگو کی خدمات سے محروم نہیں ہونا چاہتا تھا؛ چنانچہ اُس نے ایکس کی زبانی کہلویا: ”ہم یہاں دوپہر تک انتظار کریں گے۔ راس کو ہوش آگیا، تو ہمیں قیام کریں گے، ورنہ دوپہر کے بعد ہمارا کیمپ میں چلے جائیں گے۔“

جواب میں اُس نے مسکرا کر کچھ کہا۔ ایکس نے کہا: اگر میں صبح سو بھجی ہوں تو یہ آدھی ایک عجیب بات کہہ رہا ہے کہ سٹر راس اُن لوگوں کے ساتھ سفر پر چلے گئے ہیں جو یہاں رہا کرتے تھے۔“

پروفیسر لاک ڈوٹ بہت تیران ہوا۔ دوپہر کے بعد بھی راس کی حالت درست نہ ہوئی تو اُس نے آجیگو سے کہا کہ

اسٹر پچر تیار کرو۔ اسٹر پچر بن چکا تو وہ موٹر بوٹ کھڑی کے ساحل تک لے آیا۔ آجیگو اور پروفیسر نے بستی تھیلے سمیت راس کو اسٹر پچر پر لٹایا اور موٹر بوٹ میں لا دیا۔ آدھ گھنٹے بعد اسٹر پچر اسیکو عجمی کے باہر پڑا تھا اور آجیگو عجمی کے اندر فرش پر ایک کوئی بکھیرے بیٹھا تھا۔ تب اُس نے ٹکی بوٹی تھیلی پر رکھ کر ملی اور اُسے اسٹر پچر پر چھڑک دیا۔  
”پاپا! یہ آدھی کیا کر رہا ہے؟ ایکس نے پوچھا۔

”یہ تو نا کر رہا ہے۔ یہ بوٹی جھگی لسن ہے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ لسن کی بو سے ڈر کر بدروحیں عجمی کے اندر نہیں آتیں۔“  
آخر اسٹر پچر عجمی کے اندر لا گیا۔ آدھ کا سامان اور ہر منتقل کرنے میں شام ہو گئی۔ پروفیسر نے آجیگو کی مدد سے جہاز کھڑی میں لنگر انداز کر دیا۔ آجیگو نے کہا: ”یہ آدھی کل صبح تک سفر سے نہیں لوٹے گا۔“ اُس نے سچ کہا تھا۔ راس رات بھر غشی کی حالت میں مبتلا رہا۔ اگلے دن دوپہر کو ایکس نے اُس کے چہرے پر سرد و سفنج پھیرا تو اُس کا اکڑا ہوا جسم ہلا اور اُس نے آنکھیں پوری طرح کھول دیں۔ گھنٹی کے بل اٹھ کر اُس نے ایکس کے چہرے پر بظرفیں گاڑ دیں اور اُسے پہچانے بغیر بڑی عجیبگی سے اُس کے ساتھ ہکلام ہوا: ”میرا خیال ہے کہ یہ ملک اچھا ہے۔ گرین لینڈ سے بھی اچھا۔“ میں لیف سے کون کا کہہ رہا کہ وہ ہمیں یہاں قیام کرنے کی اجازت دے دے اور خود جہاز واپس لے جائے۔ ہمارے ہاں جو پختہ پیدا ہوں گے، اُن کے لیے یہ سرزمین بہت مبارک ثابت ہوگی۔“

ایکس ایک دو تانیوں کے لیے تو دم بخود رہ گئی، پھر اُس نے کہا: ”سٹر راس اجاگیے۔ معلوم ہوتا ہے آپ ابھی تک سو رہے ہیں۔“  
راس نے عجمی کی دیوار کو دیکھتے ہوئے کہا: ”تم کہہ رہی ہو کہ میں سو رہا تھا؟“

”پچھلے چھتیس گھنٹوں سے۔“ ایکس نے کہا۔  
”تمہارا مطلب ہے تین ہفتوں سے؟“ اُس نے پوچھا۔

○ اُس کا خاندان شکست پر شکست کھا رہا تھا۔  
○ وہ صرف دس جاں نثاروں کے ساتھ ڈرامائی انداز میں آگے بڑھا۔

اور  
○ اُس نے ایک عظیم الشان محکمہ کی مضبوط بنیادیں رکھ دیں۔

## اتحاد جزیرۃ العرب

سلطنت سعودیہ کے بانی  
سلطان عبدالعزیز ابن سعود  
دولہ انگریز شخصیت اور تاریخ ساز کارنامے  
یہ عظیم کتاب  
ابن سعود کے سفر و حضر کے ساتھ محمد المانع نے تصنیف کی ہے اور جناب رشید ملک نے اسے سلیس اردو میں منتقل کیا ہے۔ یہ جزیرہ نمائے عرب کی جدید تاریخ و ثقافت کا حسین اور مکمل انفرامق ہے اور اس میں جان فلیں اور تیل کی کمائی کا دلچسپ تذکرہ بھی ہے۔

صفحہ: ۴۳۸ آفست: کاغذ

قیمت: ۵۰ روپے

تقریر کنندہ

مکتبہ اُردو ڈائجسٹ سمن آباد، لاہور

مس لاک وڈیران ہو کر اس کے چہرے کی طرف بکھنے لگی تو اس نے پوچھا: آپ مس ایکس ہیں؟ اس کے الفاظ سے مایوسی نپک رہی تھی۔ ایکس نے اثبات میں سر ہلادیا۔ دو روز اور ٹھہرنے کے بعد پروفیسر نے فیصلہ کیا کہ انہیں جو لین اباٹ، لوٹ جانا چاہیے، کیونکہ فضائی سفر سے مکمل ہو چکا تھا۔ پائلٹ اس اب بھی اس قابل تھا کہ جہاز اڑا کر جو لین اباٹ پہنچ سکے۔ پروفیسر نے موٹر لوٹ میں سفر کا انتخاب کیا اور ایکس نے ہوائی جہاز میں پائلٹ کی نگرانی اپنے ذمے لی۔

ایک گھنٹے کی پرواز کے بعد وہ جو لین اباٹ پہنچ گئے۔ وہاں کے ڈاکٹر نے اس کا طبی معائنہ کرنے کے بعد کہا: تمہیں تین دن تک بستر میں رہنا ہو گا۔ اس نے ڈاکٹر کا یہ فیصلہ بادل خواستہ قبول کیا: تاہم اُسے یقین نہ آئی۔ آٹھ بجے شام پروفیسر لاک وڈ بھی جو لین اباٹ پہنچ گیا اور اس نے اپنا بستر پائلٹ کے کمرے میں لگالیا۔ رات کے ایک بجے پروفیسر کی آنکھ کھلی تو اس نے دیکھا کہ اس جاگ رہا ہے۔ اُس نے اٹھ کر اسٹوول جلا یا اور اوٹ لین کے دو کپ تیار کیے۔ ایک پیالی پائلٹ کو دیتے ہوئے اُس نے پوچھا: مسٹر اس! یہ لیفٹ کون ہے؟ کمرے کے دوسرے حصے میں ایکس بھی جاگ رہی تھی۔

”آپ کیوں پوچھتے ہیں؟“ اس نے استفسار کیا۔ ”جب تم بیمار تھے تو جاتے پر تم نے لیفٹ کے متعلق کچھ کہا تھا۔“ پروفیسر بولا۔

اس کچھ دیر خاموش رہا، پھر اس نے کہا: میں اس وقت ایک عجیب و غریب خواب دیکھ رہا تھا۔ اس خواب میں لیفٹ کا کردار بہت اہم تھا۔“

”یہ لیفٹ کس قسم کا آدمی تھا؟ پروفیسر نے پوچھا۔“ نہایت خوبصورت نوجوان۔ شاہ جہاں، زرد بال، طبیعت میں نرمی اور محبت۔ چاہوں تو اس کی تصویر کھینچ سکتی ہوں۔“ پائلٹ کے بیان میں ایک جذباتی جوش و خروش تھا۔

”یہ آدمی کہاں کا رہتے والا تھا؟“ ”یہ خواب بھی عجیب ہوتے ہیں، مسٹر اس! اس نے جواب دیا۔ حقیقت اور افسانہ آپس میں اس طرح مل جاتے ہیں کہ انہیں جدا کرنا مشکل ہوتا ہے۔ میرا خیال ہے کہ وہ تیری کناری کھاڑی کے نزدیک، اس جگہ رہتا تھا جہاں ہم نے کیمپ لگایا تھا۔“

”کیا وہ ہماری طرح عیسے میں رہتا تھا؟“ ”نہیں، ایک مکان میں۔ وہ کھنڈر جہاں آپ کھدائی کر رہے ہیں، وہاں پتھر سے بنے چھوٹے چھوٹے بہت سے مکان تھے جن کی چھت لکڑی اور گھاس پھوس کی بنائی تھی۔ ان میں بستی کے ارد گرد کھیتیاں تھیں اور گائیں اور بھیڑیں وہاں چر رہی تھیں۔“

”کیا تمہیں یاد ہے کہ تم کون تھے؟“ پروفیسر نے پوچھا۔ ”یاد ہے۔ میں لیفٹ کا غلام تھا اور میرا نام بکلی تھا۔“ پائلٹ نے بڑے یقین سے کہا۔

پروفیسر لاک وڈ نے بڑی نرمی سے درخواست کی: ”کیا تم پورا خواب سنناؤ گے؟“

”غور... یوں بھی مجھے یقین نہیں آ رہی۔ اس طرح یہ رات کٹ جانے لگی۔“ پائلٹ نے کہا۔

ہلکی سی چوٹی دیوار کے سچے ایکس بھی اُن کی باتیں سن رہی تھی اور اُس کی بڑی بڑی آنکھوں میں ایک عجیب سی حیرت تھی۔ (جاری ہے) \*

## طرابلس

کے ہوائی اڈے

دس بج رہے تھے۔ لیفٹ کی طرف گئے تو معلوم ہوا کہ وہاں داخل ہو چکے ہیں، اور پھر اندر ہی اندر ٹرولر کا ڈنکر کے سامنے پہنچ گئے۔ ہوائی اڈے اور شہر سے تقریباً تیس کلومیٹر دور تھے۔ لیفٹ نے نمون سائن لگے تھے جن پر عوام حکومت اور عوام کی سر بلندی وغیرہ کے تحتے۔ اندازہ ہوا کہ جہاں واقع ایک سوشل گئے ہیں۔ اُس پرواز سے جو لوگ اُنترے تھے۔ قطار میں کھڑے ہوتے ہی ایک کیمپا سپورٹ دیکھے۔ وہ بس ہم دوپاکر لے کر کہیں ادھر ادھر غائب ہو گیا۔ ہم بھی اس پندرہ منٹ بعد واپس آکر اس گروپ سے دراصل وہ یہ دیکھنے گیا تھا کہ ہوائی اڈے پر فائرنگ سے فارغ ہو کر سامان

ایک عزیز دوست محمد صدیق ہمارے ساتھ تھے۔ انہوں نے چھتے ہی سوال کیا: ”زیر بار رہے، اُسے دیکھ کر کیا ہے؟“ ہم سے پوچھا ہی نہیں اور نہ ہمیں اس کا مزوری ہے۔ تب اُس نے بتایا کہ ان کے قواعد بہت سخت ہیں۔ کوئی شخص اگر لے آئے تو اُسے کسی بینک سے تھانک کر اُس نے ایئر پورٹ پر اُسے لے کر لیے جو غیر ملکی آئے ہوئے ہیں، وہاں سے زیادہ دن نہیں بھیج سکتے۔ اس کا اختیار کیا گیا ہے کہ ہر شخص کے لیے

لازم ہے کسی کو تنخواہ نقد نہیں ملتی، بلکہ ٹرانسفر ہو جاتا ہے۔ وہاں سے اگر کوئی چاہوں تو ہر ماہ انکم ٹیکس والوں سے

حضرت انس بن حنیفہ روایت بیان کرتے ہیں کہ انصار مدینہ میں سے ایک شخص نے حضورؐ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپؐ نے فلاں کو کھانا تر فرما دیا اور مجھے محروم کیا۔ آپؐ نے جواب دیا: میرے بعد تم دیکھو گے کہ لوگ کتنی محروم اور اقبال حاصل کرنے میں پیش ہوں گے، لہذا تم صبر کرو حتیٰ کہ مجھ سے عرض کو تر پرا ملو۔“

میں کے بارے ذائقوں سے  
کے بعد میں نے موت کے  
میں پڑیں کہ یہ تجربہ  
میں نے، مگر آج تک ایسا نہ ہو  
میں نے عجیب و غریب اور ناقابل

میں نے میرے لیے رشتوں کی  
میں نے اپنا اور بہن بھائیوں کی  
میں نے آج میں کہہ سکتا ہوں کہ  
میں نے دنیا کی دیگر رشتوں  
میں نے افسانہ مات کا مسئلہ نہیں  
میں نے یہ بھی ہے کہ میرے اس دکھ  
میں نے میرے قریب کر دیا ہمارا  
میں نے کے تعلقات تھے، وہ

میں نے زندگی میں کئی حادثے آئے  
میں نے گری، ٹریفک کے میں  
میں نے مادہ بھی شامل ہے اور  
میں نے اس میں بیماری کی یاد آتی  
میں نے کے سامنے آتے ہیں  
میں نے، مگر شاید اس سے زیادہ  
میں نے جو انسان کو خوفزدہ کیے گئی  
میں نے ہوا وہ بھی مجھے یاد ہے  
میں نے!

میں نے کہ جب تمام حکما  
میں نے کا دودھ پیا  
میں نے کے لیے  
میں نے اس کا دودھ  
میں نے بہن بھائیوں کی



## ماضی کے قیدی

دوسری اور آخری قسط

طیارے کا پائلٹ ایک ایسے تجربے سے دوچار ہوا جو  
صدیوں پرانے واقعات کے ساتھ مل کر بڑا ہی پراسرار اور طلسم آرا بن گیا  
تلفیص: غلام انیس لینڈی

پائلٹ  
ڈانڈراس نے بتایا کہ وہ خانہ زرا  
غلام نہیں تھا اس نے خواب  
میں وہ جھونپڑی کئی بار دیکھی تھی جس میں وہ اپنے والدین اور بھائیوں  
کے ساتھ رہتا تھا۔ سمندر کے کنارے یہ چھوٹے اور گھاس پھوس  
کی بنی ہوئی ایک ان گھڑتی سی پناہ گاہ تھی جس کے ارد گرد علاقہ

بجرتھا۔ بھائیوں کے سوا وہاں کچھ نہ لگتا تھا۔ ان کے پاس چند بھینس  
تھیں اور ایک کشتی جس کے ذریعے وہ بھیلیاں بکارتے تھے۔ اس دن  
وہ کشتی میں بیٹھا بھیلیاں بکارتا تھا۔ واپس آیا تو اس نے دیکھا کہ ایک  
بہت بڑا جہاز اس کے گھر کے سامنے سمندر میں کھڑا ہے۔ اس کی لمبائی  
سو فٹ ہے۔ اسے چوڑا چار ہے، وہ دیواروں سے ملتا ہے۔

زور دے لے باں اور زور ڈال دیاں اُس کے ماں باپ اور بھائی  
سر پر پاؤں رکھ کر بھاگ رہے تھے اور کچھ ملاح اُن کا پیچھا کر رہے  
تھے۔ وہ بہاڑیوں پر چڑھ کر نفروں سے اوجھل ہو گئے تو پیچھا کرنے  
والے پلٹ گئے۔ وہ وطن سا ہو گیا تب اُس نے دیکھا کہ چند ملاح  
اُن کی پیڑیوں کو ٹانگ کر ساحل کی طرف لار رہے ہیں اور کچھ اُنہیں  
پکڑ پکڑ کر جہاز میں لاد رہے ہیں۔ اُس سے را نہ گیا۔ وہ ایک  
لاٹھی ہاتھ میں لے کر جہاز کی طرف دوڑا۔ اُس نے ایک ملاح کو لاٹھی  
کی ضرب لگائی۔ اُس دیو تیل ملاح نے بڑی آسانی سے بازو دوڑ  
کر لاٹھی اُس کے ہاتھ سے چھین لی اور چڑے کی پتوں سے ہاتھ باندھ  
کر اُسے چھیلوں کے پاس پھینک دیا۔ یہاں اور بھی کچھ لوگ اسی طرح  
بندھے پڑے تھے۔

جہاز کا بادبان چڑھایا گیا۔ اُس میں ہوا بھی توجہ جہاز ساحل  
کے ساتھ ساتھ چلنے لگا۔ قیدیوں کے ہاتھ پاؤں کھول کر انہیں غذا  
اور پانی پیش کیا گیا۔ اُس نے کھانے پینے سے انکار کر دیا۔ قیدیوں  
میں ایک لڑکی بھی تھی جس کا نام "ہیکجا" تھا۔ وہ بھی کھانے پینے  
سے انکار کر رہی تھی۔ اگرچہ اُس نے لڑکی سے کوئی بات چیت نہ کی لیکن  
اُس کے انداز سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ قیدی قبول نہیں کر سکی اور ذرا سا بھی  
موقع ملے تو بھاگ نکلے گی۔ دو دن دن مسلسل سفر کے بعد جہاز ایک  
مقام پر رُکا۔ اُس نے لڑکی کے انگوٹھے کو پاؤں سے چھوا اور ساحل  
کی طرف دیکھا۔ وہ اُس کا اشارہ سمجھ گئی جو جہاز کا پینہ وریست سے  
نکل آیا، وہ بھی اسی طرح جہاز کے پہلو سے گئے اور کچل ریت پر سے  
دوڑتے ہوئے ساحل تک جا پہنچے۔ اُنھیں بے ملاح اپنے بھاری  
اوتی پٹروں کی وجہ سے اُن کی رفتار کا مقابلہ نہ کر سکے، اچانچ وہ ملاح  
ایک میل تک اُن کا پیچھا کر کے واپس چلے آئے۔

"اگر یہ دونوں تیز رفتار غلام بھاگ جاتے تو ہم انہیں بادشاہ  
کے حضور پیش کر دیتے۔" ایک آدمی نے کہا۔

خاصی دور جا کر انہیں جب محفوظ ہونے کا احساس ہوا تو وہ  
ڑک گئے۔

لڑکی نے پوچھا: "تمہارا نانا کیا ہے؟"  
"ہیکجا" اُس نے جواب دیا۔

سائنس بجال کرنے کے بعد وہ چہرہ چل پڑے۔ وہ ایک ویران  
بخار اور غم آلود جزیرے میں تھے۔ انہیں بہت جھوک لگ رہی تھی۔  
دورا ساحل پر انہیں دھواں بندھتا دکھائی دیا۔ "ملاح آگ پر  
گوشت پکھون رہے ہیں۔" انہوں نے سوچا اور اُن کی جھوک اور  
بھی چمک اٹھی۔ رات اُنہوں نے ایک غار میں گڑبڑی راتی سخت  
سروئی تھی کہ صبح اُن کے جسم کا رتہ ہوئے اور ہاتھ پاؤں ٹخن تھے۔  
انہیں آگ کی گرمی نہ تھی نہ کھانے کی کوئی چیز۔ پہاڑی کوئی سے  
اُنہوں نے ساحل کی طرف دیکھا۔ وہاں آگ سے دھواں اُٹھ رہا تھا  
اور جہاز بھی ہلک ہلکی والی جگہ لنگر انداز تھا۔

لڑکی نے کہا: "یہ جزیرہ جبر ہے۔ یہیں یہاں سے کھانے کو کچھ  
نہیں ملے گا۔ بہتر ہے ہم واپس جہاز پر چل جائیں۔"

"نہیں! میں نہیں جاؤں گی۔" لڑکی نے یلوس آواز  
میں کہا۔

جواب دیا۔  
"ہیں جانا پڑے گا۔ نہ گئے تو ہم جا لیں گے۔" لڑکی نے

وہ بہاڑی سے اُنکر آہستہ آہستہ جہاز کی طرف بڑھنے لگے  
ایک ملاح بچے گوشت کا ایک ٹکڑا لے کر اُن کی طرف بڑھ رہا تھا۔ وہ کٹھے  
پر جھپٹ پڑے۔ ملاح اُن کے ساتھ بڑی مہربانی سے بیٹھ آئے۔ دو  
دن بعد وہ ناروے میں تھے۔ انہیں ایک لڑکی خادمہ پر موشی چرانے  
کا کام دیا گیا۔ یہاں بھٹکنے والے میٹھیوں کے کچھ بھاگ بھاگ کر  
انہیں دوڑنے کی اتنی مشق ہو گئی کہ وہ چالیس چالیس میل کا فاصلہ طے  
کر جاتے اور اُن کا سانس نہ چڑھتا۔

آٹھ نو ماہ بعد انہیں ناروے کے بادشاہ اولف  
کے سامنے پیش کیا گیا۔ وہ آدمی جو انہیں دربار میں لے کر گیا تھا، ہوا  
"بادشاہ سلامت! یہ ہیں وہ غلام جو دوڑ لگانے میں اپنی مثال  
نہیں رکھتے۔"

بادشاہ اولف نے پوچھا: "تم کس ملک کے رہنے والے ہو؟"  
خوف کے مارے اُن کی زبانیں گنگ ہو گئیں۔ آدمی بولا: "یہ لوگ  
سکاٹ لینڈ کے رہنے والے ہیں۔" بادشاہ نے اپنے ایک دیہاتی  
کی طرف متوجہ ہوئے ہوئے کہا: "لیف! میں یہ لڑکی اور لڑکا تمہیں

بخشتا ہوں۔ انہیں اپنی نوادگی میں لے جاؤ۔"

اُس کے بعد انہیں اسٹبل میں رہنے کو جگہ ملی۔ یہاں انہیں  
دیکھنے کے لیے بہت سے لوگ جمع ہوجاتے اور اُن کے لباس اور  
وضع قطع پر قہقہے لگتے۔ ایک دن اُن کا مالک لیف انہیں دیکھنے  
آیا۔ اُس نے اُن سے خیریت پوچھی تو پوچھنے لگا: "لاڈا! ہم یہاں  
نہیں رہنا چاہتے۔ لوگ آتے ہیں اور ہمیں دیکھ کر قہقہے لگاتے ہیں۔"  
ایک ماہ بعد انہیں جہاز میں سوار کیا گیا۔ یہ جہاز پہلے جہاز  
سے بھی بڑا تھا۔ اس میں وہ گرین لینڈ کی طرف روانہ ہوئے۔ رستے میں  
وہ کئی جزیروں پر رُکے۔ برف کے قودوں میں سے جہاز گزارنے  
کا خطرہ دونوں کو عیب لگا۔ آٹھ ماہ اُن کا لڑی پر آگے جن کے ساحل  
پر ناروے کے لوگوں نے اپنا مویشی خادمہ قائم کر رکھا تھا۔ خادمہ کے لوگ  
دوڑتے ہوئے اُن کے استقبال کو آئے۔ یہی اور بھیکھا مویشیوں کی دیکھ  
بجال پر مانو ہوئے۔ دوسرا کام یہ پر جو کادوہ مختلف نوآبادیوں کے  
درمیان قاصد کے فرائض ادا کریں گے۔ وہ اس خادمہ پر دو سال  
تک رہے۔



یہاں تک جو کچھ بیان ہوا، وہ پائلٹ راس کے خوابوں کے  
سفر کا پس منظر تھا۔ ایک روز وہ چراگاہ سے دو میلوں کو ہلک کر فلم  
میں لارہا تھا کہ اُسے شہر گر ملا۔ یہ ایک بوڑھا جہون تھا جو لیف کے  
باپ ایرک کا غلام تھا اور اب آزاد تھا۔ لیف اُس کا بہت احترام  
کرنا تھا۔ اُس نے کہا: "ہیکجا! تمہیں لیف بلارہا ہے۔"

آبادی کے سب سے بڑے گھر میں لیف ایک اسٹول پر بیٹھا  
تھا۔ اُس نے ہیکجا کو دیکھتے ہی کہا: "ہیکجا! کیا تم نے سنا ہے کہ بھائی  
نے اپنے سفر کے دوران یہاں سے مغرب کی طرف ایک ایسا ملک  
دیکھا ہے جہاں بڑے بڑے درخت آگے ہیں جو مکانات کی تعمیر میں  
کام آسکتے ہیں۔"

"لاڈا! میں نے یہ کہانی سنی ہے۔" ہیکجا نے جواب دیا۔  
بھائی، اُس لینڈ سے گرین لینڈ آتے ہوئے رستہ بھول گیا  
اور اُس کا جہاز اُس سرسبز ساحل پر جا لگا جہاں اوپے آپے تھا اور  
درخت تھے۔ لیف ناراض تھا کہ بھائی وہاں سے درخت کاٹ

کر کیوں نہ لایا۔ گرین لینڈ میں عمارتی کڑی کی بڑی قلت تھی۔ اب  
وہ بھائی کے جہاز میں سوار ہو کر وہ ملک دریافت کرنے کی فکر میں تھا  
اور، ہیکجا اور ہیکجا کو اپنے ساتھ لے جانا چاہتا تھا۔ "ہم ساحل پر ڈیرے  
ڈالیں گے اور تم دونوں اندرون ملک کی حالت معلوم کرنے کے لیے  
دوڑ لگا کر دو گے۔ کیا تم اس خطرناک سفر میں ہمارا ساتھ دو گے؟"  
یہاں واپس پہنچ کر میں تم دونوں کو آزاد کر دوں گا۔"

ہیکجا کی آنکھیں خوشی سے چمک اٹھیں۔ "لاڈا! اس انعام کا  
آپ مجھ سے وعدہ نہ بھی کرتے تو بھی میں اس سفر سے محروم نہ رہتا  
میں تو آپ کے پیچھے پیچھے دوڑ میں بھی جانے کو تیار ہوں۔" اُس  
نے بڑے جوش سے جواب دیا۔

لیف مسکرایا۔ پھر اُس نے کہا: "ایک بات اور بھی ہے۔  
تمہیں سفر پر جانے سے پہلے ہیکجا کے ساتھ تنگنی کرنا پڑے گی۔ میں  
نہیں چاہتا کہ ایک غیر شاداب لڑکی کے لیے میرے ملاح آپس میں کٹ  
مریں۔ کیا تم اُس سے محبت کرتے ہو؟"

ہیکجا نے شرعاً تے ہوئے کہا: "ہیکجا ایسی باتیں نہیں کہتی  
لیف نے ایک زوردار قہقہہ لگایا: "ہیکجا کو تمہارے ساتھ  
منگنی کرنا ہوگی۔ میں اُس سے بات کروں گا لیکن پہلے تم اُس کے  
پاس جاؤ۔"

ہیکجا اُس کی تلاش میں نکلا۔ ہیکجا اُسے گھاس کا گٹھا باندھتے  
ہوئے ملی۔ اُس نے اُسے لیف کی پیشکش کے متعلق بتایا۔ ہیکجا کی  
بڑی بڑی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ "مجھے تو یقین ہی نہیں  
آ رہا ہے کیا؟" اُس نے کہا۔ "دیکھو ہیکجا! جہاز پر ہم دونوں کو  
جلانے کی اجازت صرف اس صورت میں ملے گی کہ تم مجھ سے منگنی  
کر لو۔" ہیکجا نے شہر مار کر کہا۔ "سفر سے واپس آکر تم منگنی تو دیکھتی  
ہو۔"

"میں ابھی کسی سے شادی کرنے کا ارادہ نہیں رکھتی ہیکجا! لیکن  
ہم ایک ہی ملک اور ایک ہی قوم کے ہیں۔ میں تمہیں ان لوگوں پر  
تبرجہ دوں گی۔"

سفر کی تیاریاں زور زور سے جاری تھیں۔ بھائی کے جہاز  
کے کئی حصے بدلے گئے۔ تب اُسے گیلیوں کی مدد سے دھکیل کر

مہرے پانی میں اتار گیا اور آبادی میں سے تیس ایسے آدمی سفر کے لیے چنے گئے جو بہترین ملاح بھی تھے اور بہترین سپاہی بھی جرمن ٹانکر کو بھی دانائی اور تجربے کا ریکی بنایا۔ سفر میں شامل کر لیا گیا۔ ایک گرم گرم چمکیلی صبح کو ان کے سفر کا آغاز ہوا۔ بیکی اور بیکی نے اپنے سفری قہقہے جہاز پر رکھے ہی تھے کہ لیف نے اونچی گھڑا کر اڑا دیں کہا: ”بیکی اور بیکی! ادھر آؤ“ لیف ساحل پر کھڑا تھا۔ دونوں اُس کے پاس پہنچے تو اُس نے گھبرا کر کہا: ”لوگ خاموش ہو کر میری بات نہیں۔ میں بیکی اور بیکی کی تنگنی کر رہا ہوں اور ان کی تنگنی میں مجھے گواہ کی حیثیت حاصل ہے۔ اس کے بعد اگر کسی کو اس فیصلے سے اشتکاف ہوا، تو اُسے میرے مقابلے میں آنا ہوگا، اور تم سب کو معلوم ہے کہ میں اپنا عمدہ طرح نبھاتا ہوں۔ اب اپنے اپنے کام میں لگ جاؤ!“

کچھ ہی دیر بعد جہاز چٹوں کی مدد سے کھلے سمندر میں پہنچ گیا۔ بادبان کھول دیے گئے اور جہاز ساحل کے متوازی سفر پر روانہ ہو گیا۔ ان کے پاس کپاس نہیں تھی۔ وہ اپنی سمیت کالین دن کے وقت نورج اور رات کو ستاروں کی مدد سے کرتے۔ کچھ دن کی سفر کے بعد وہ بیکی کے ایک قلعے تک جا پہنچے جو خمر اور سنگلاخ تھا اور ڈوبت پوٹ پھانسیوں کے دان میں جا کر مہم ہو جاتا تھا۔ اس قلعہ زمین کے متوازی وہ جنوب کی طرف چلتے رہتے۔ تیسرے دن انہوں نے دیکھا کہ زمین کی شکل و صورت بدل گئی ہے۔ یہ قلعہ زمین کی جگہ سے پُر اور برف پوش پہاڑوں سے غالی قلعہ ہوا کے لک جلتے سے انہیں ساحل کے قریب لنگر انداز ہونا پڑا۔

”یہ جگہ بہتر ہے لیکن جب تک ہم اپنی سیاحت مکمل نہیں کر لیتے، اُس وقت تک ہم نہیں کریں گے۔“ جہاز کے کپتان لیف نے کہا۔ اگلے دن موافق ہوا چلا تو وہ ساحل سے دور کھلے سمندر میں آ گئے۔ کئی دن تک انہیں خشکی نظر ہی نہ آئی۔ ہوا سارا کام کو رکی رہی تھی ملاح آرام کر رہے تھے۔ ٹوڑھا جرمن ٹانکر فارغ تھا۔ وقت کی کئی کئی گھنٹوں نے ہتھوڑی اور چھینٹی کی اور ایک چتر پر کچھ نقش کشہ کرنے شروع کیے جو تختہ جہاز پر لکھا ہوا تھا۔

بیکی نے پوچھا: ”بابا! تم کیا کر رہے ہو؟“

لوٹے جرمی نے کہا: ”ناروے میں مجھے پتھر پر لفظ کندہ کرنا سکھایا گیا تھا۔ بولوگ ہمارے بعد آئیں گے، وہ انہیں پڑھ سکیں گے۔“

”اس سے کیا فائدہ؟ بابا! ہمیں سے تو کوئی ان لفظوں کو پڑھنا نہیں جانتا۔“ بیکی نے کہا۔

”میں تو صرف اپنی مشق کے لیے لکھ رہا ہوں۔ یوں لیف یہ فن مجھ سے بہتر جانتا ہے۔“ ٹانکر کو وضاحت کر رہا تھا۔

ٹوڑھا جرمن ہونے انہوں کے پتھر پر الفاظ کندہ کرنا بارہا دس پندرہ منٹ بعد اُس نے پتھر تک مار کر پتھر کو صاف کیا اور ایک کپڑے سے اُسے پونچھتے ہوئے کہا:

”بیکی! ان لفظوں کو دیکھو۔ میں نے ان میں تمہارا نام محفوظ کر دیا ہے۔“

بیکی نے ان پر انگلی پھیری۔ لفظ نہایت خوبصورتی سے بہت گہرے کندہ ہوئے تھے:

\* + ۲ ۱ \*

”یہ تو عجیب بات ہے! ہمارے بعد کوئی دانا آدمی ان لفظوں کو پڑھ سکا تو اُس کی زبان پر غور جو میرا نام آجائے گا۔“

بیکی نے شکر ادا کرتے ہوئے کہا۔

ملاح پتھر کے گرد جمع ہو گئے لیف بھی وہاں آ گیا۔ لیف نے پتھر کو دیکھتے ہوئے کہا: ”بابا! لفظ بڑی نفاست سے کندہ ہوئے ہیں۔ ذرا چھینٹی اور تھوڑی مجھے دینا۔“ وہ پتھر کے پاس بیٹھ گیا اور پندرہ منٹ بعد اُس نے پتھر پر کچھ لفظ کندہ کیے اور کپڑے سے پتھر پونچھا تو یہ الفاظ ابھریں:

\* M ۲ ۱ X \*

ٹانکر نے کہا: ”لارڈ! یہ تو بیکی کا نام! کندہ ہوا ہے۔“

یہ لفظ زیادہ جلی اور خوبصورت تھے۔

لوگ وہاں سے ملے تو بیکی نے بیکی کو بازو سے پکڑ لیا اور پتھر کے قریب لائے ہوئے کہا:

”یہ نشان میرے نام کے ہیں، اور وہ تمہارے نام کے جو لیف نے کندہ کیے ہیں۔“

بیکی نے اپنے نام کے حروف پر انگلی پھرتے ہوئے لیف کی طرف دیکھا اور کہا: ”لارڈ! یہ نشان میرے نام کے ہیں؟“

لیف کل لیف بڑی شفقت سے مسکرایا اور اسے سنبھال دیا۔

”یہ بیکی اور بیکی ہیں۔ تم دونوں کے نام ایک ہی پتھر پر کندہ ہو گئے ہیں۔ اب جب تک یہ پتھر باقی ہے، تمہارے نام باقی رہیں گے۔“

بیکی نے بڑی سادگی سے پوچھا: ”لارڈ! اس کا مطلب ہے کہ ہم دونوں کی شادی ہو گئی ہے؟“ اس پر لارڈ نے زوردار قہقہہ لگایا اور بیکی شرم سے شکوہ سمٹ گئی۔ اُس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

نارس میں قہقہے لگنے میں بڑے فخر دل تھے لیف نے انہیں پیپ ہوجانے کا حکم دیا تب قہقہوں کا سیلاب تھا۔

رات کو بیکی نے اپنا بستر اُسی پتھر کے پاس بچھایا۔ اس سے اگلے دن انہیں خشکی نظر آئی جہاز ساحل کے قریب لنگر انداز ہوا۔ یہ موسم گرما کا نہایت خوش گوار دن تھا۔ گھاس شرم کے قطرے چمک رہے تھے۔ چھپنے پر معلوم ہوا کہ یہ قطرے شرم کی طرح بیٹھے ہیں۔ یہ ایک جزیرہ تھا جو انہیں جنت کا حکم معلوم ہوا۔ اس سے کچھ آگے جا کر ایک کٹھڑی کی خوشبو میں دوڑ تک جلی گئی تھی اور اُس کے خاتمے پر ایک خوبصورت جھیل بن گئی تھی۔ اُس کے کناروں پر نہایت خوبصورت درختوں کا جنگل تھا۔

”ہم اس سے آگے نہیں جائیں گے اور ہمیں کمپ لگائیں گے۔“ لیف نے حکم دیا۔ جھیل کے کنارے سرسبز میدان میں انہوں نے کمپ لگایا۔ اس علاقہ میں عمارت کی کمی کے لیے مناسب درختوں کی بہتات تھی۔ ایک کردہ درخت کا شے پر مامور ہوا۔ بیکی اور بیکی کے ذمے یہ کام لگا کہ وہ جہاز سے کھانے پینے اور استعمال کی دوسری چیزیں بیچیں۔ ایک ڈھوکہ لائیں۔ اپنا تک بیکی نے اپنے سر پر لد لیا جو تختہ جہاز پر پھینکنے ہوئے تھا۔ بیکی! ہمارا پتھر! دیکھو دیکھو! ملاح پتھر سمندر میں پھینک رہے ہیں۔“

وہ دوڑ کر پتھر کے پاس پہنچی اور ملاح قہقہے لگنے لگے۔ بیکی اس پتھر کو ہلانے لگا۔ میں کامیاب نہ ہوئی تو ملاح کو مزید قہقہے لگانے کا سامان لگا۔ آخر بیکی وہاں پہنچ گئی۔ لیف نے خاموش رہنے کا حکم کر دیا اور ان میں دیا تو خاموشی چھا گئی۔ بیکی اور بیکی نے پتھر کو لٹکا

کر جہاز کے پہلو سے نیچے ریت پر گر دیا اور پھر اُسے اٹھا کر گرتے پڑتے، ساحل تک لے آئے۔ بیکی نے ایک ٹیلے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: ”میں پتھر کو اُس جگہ پر لے جانا چاہتی ہوں۔“

بڑی مشکل سے انہوں نے اُسے غوثی تک پہنچایا اور پھر ٹیلے چھوڑ کر پتھروں کے سہارے مضبوطی سے ٹکا دیا۔ حروف کا رخ نیچے کی طرف تھا۔

اُس رات لیف نے کہا: ”بیکی! ہم یہاں بہت دن ٹھہریں گے۔ تم اور بیکی کل صبح پوچھتے ہی مغرب کی طرف روانہ ہو جاؤ۔ تیسرے دن واپس آجانا۔ تم دوڑ کر جتنا فاصلہ ہو سکے ملے کر دو اور آپس آکر ہمیں بتاؤ کہ یہ کیا نامک ہے اور کیا یہاں آبادی ہو سکتی ہے۔“

۱۷۵

اگلی صبح بیکی اور بیکی نے خوب پیٹ بھر کر کھانا کھایا۔ بیکی نے بیٹی میں ایک بخر لگایا۔ بیکی نے ٹیلے میں بھجوا کر تیش گیر غوثی ڈالی اور اُسے کمرے باندھ لیا۔ پہلے وہ مغرب کی طرف گئے۔ کھچے جھل میں سے گڑ کر ایک جمیل پر جانگلے یہاں سے شمال مغرب کی طرف چل پڑے۔ زمین بتدریج کھتر قلع ہو رہی تھی۔ ایک اونچی جگہ کھڑے ہو کر انہوں نے ماحول کا جائزہ لیا۔ وہ ایک اس کے آخری نقطے پر کھڑے تھے۔ اس سے آگے اصل براعظم کا آغاز ہوتا تھا۔ بیٹی زرخیز اور درخت تھا کہ درختوں پر عام تھا۔ سرسبز میدان میں ندیاں بہ رہی تھیں۔ جنگلی پرندوں اور جانوروں کی فراوانی تھی۔ پھولوں سے لے کر پھندے درخت تک ہر جگہ کچھ پھلتے ہوئے تھے۔ کئی پھل وہ پہچانتے تھے۔ لیکن ایک سہری مائل دانوں کا کٹھن انہیں عجیب سا لگا۔ پرندے اُسے ٹھونکنے مار رہے تھے۔ ڈرتے ڈرتے پچھتاؤ نہایت مزیدار معلوم ہوا۔

بیکی نے کہا: ”یہ ملک تو ہمارے ملک سے کہیں بہتر ہے۔ یہاں کھیتی باڑی بھی ہو سکتی ہے اور مویشی بھی پالے جاسکتے ہیں۔“

بیکی! کیا ہی اچھا ہے، اگر ہم دونوں یہیں رہ جائیں۔“

”میں بیکی! لیف نے تم پر بہت مہربانیاں کی ہیں، ہم اُسے دھوکا نہیں دے سکتے۔“

انہوں نے پتھروں سے ایک ہنر شکاریا اور آگ پر کباب



# منڈرنولس

مندرجہ ذیل کاموں کے لیے محکمہ ہذا کے منظور شدہ انٹھیکیداروں سے جو متعلقہ میدان میں کافی تجربہ رکھتے ہوں، سال ۸۵ - ۱۹۸۴ء کے لیے اندراجی / تجدیدی فیس جمع کرانچے میں نیچے دیے گئے رئیس کے مطابق کسی شیڈولڈ بینک کے ڈیپازٹ ایٹ کال کی شکل میں زر بیعانہ کے ساتھ منڈرنولس مطلوب ہیں۔ منڈرنولس ۱۹۸۴ - ۷ - ۳ کو صبح گیارہ بجے زیر دستخطی کے دفتر میں وصول کیے جائیں گے اور بولی دہندگان یا ان کے مجاز نمائندوں کی موجودگی میں کھولے جائیں گے۔ منڈرنولس صحت ۸۴ - ۶ - ۲۸ کو دفتری اوقات کار میں ڈویژنل سٹیٹ لک کے ذریعے جاری کیے جائیں گے۔ دیگر شرائط و ضوابط اور تفصیلات اوقات کار میں زیر دستخطی کے دفتر میں حاصل کی جاسکتی ہیں۔

نمبر شمار	اُٹم کی تصریح	مایت منڈرن	زر بیعانہ	مہر تکمیل
۱	اربن ایکسٹنشن وارنٹس پلائی سکیم ظفر وال؛ ڈسٹری بیوشن سسٹم اور دیگر متعلقہ کام (اے) (گروپ - I)	۷۵,۰۰۰/- روپے	۳,۵۰۰/- روپے	۶ ماہ
	(بی) (گروپ - II)	۱,۷۵,۰۰۰/- روپے	۳,۵۰۰/- روپے	۶ ماہ
۲	اربن وارنٹس پلائی سکیم نارووال، ڈسٹری کٹ سیانکوٹ، سٹاف کوارٹرز کی تعمیر	۸۰,۰۰۰/- روپے	۳,۹۰۰/- روپے	۶ ماہ

ایگزیکٹو انجینئر

پبلک سلیڈ انجینئرنگ ڈویژن  
سیالکوٹ

آئی بی ایل: ۳۵۸۱

بھونے۔ اگلے دن وہ قمری رنگ کے ایک خوبصورت پرندے کے پیچھے بھاگتے رہے، لیکن اُسے پکڑ نہ سکے۔

تیسرے دن اُن کا جہاز پر واپس جانے کو جی نہیں چاہ رہا تھا۔ یہ تین دن پلنگ کی صورت میں گزر گئے تھے۔ اگلے دن ساحل کے ساتھ ساتھ دوڑتے ہوئے کوہ کیپ تک پہنچ گئے لیفٹ اُن کا انتظار کر رہا تھا۔ وہ اپنے ہمراہ اپنی پھل کا ایک ٹھنڈا اور ایک قدرتی غلے کا ٹولا باندھ لائے تھے۔

”لارڈ!“ ہنسی نے کہا: ”یہ ملک ناروے، سکاٹ لینڈ اور گرین لینڈ سے کہیں بہتر ہے۔ یہاں مویشیوں کے لیے کافی وسیع چراگاہیں موجود ہیں کہ آپ کے قہقروں میں بھی نہیں آسکیں اور یہ سال بھر شخص کو آسانی سے خوراک مل سکتی ہے۔ دنیا میں اس سے زیادہ نریتہ اور کوئی ملک نہیں ہو سکتا۔“

تب ہنسی نے اپنی پھل کا ٹھنڈا اور غلے کا ٹولا لیفٹ کی خدمت میں پیش کیا۔ ”مناکر نہ کہنا!“ لارڈ! میں اس پھل کو بچاتا ہوں۔ یہ میرے ملک جڑی میں عام ہے۔ اسے اگور کہتے ہیں۔ ان سے شراب بھی بنی جاتی ہے۔“

لیفٹ نے اگور کھاتے ہوئے کہا: ”نہایت لذیذ پھل ہے۔ میں نے اس کی شراب پی ہے۔ ہم آج سے اس ملک کو اگوروں کی سرزمین، کا نام دیتے ہیں۔“ پھر ہنسی اور ہیکل کی طرف متوجہ ہو کر بولا: ”جب ہم واپس اپنے وطن پہنچیں گے تو میں تمہیں آگور کو دوں گا۔ تم اپنی زمین آباد کرو گے اور اُس پر اپنے نویشی پالو گے۔“

اس وعدے پر ہنسی اور ہیکل خوشی سے بھولے نہ سکتے تھے۔ انہوں نے ڈٹ کر کہا نا کھانا کھائیں کچھلی رات سے وہ بھوکے تھے اور چائیں پچاس مل کا فاصلہ دوڑ کر طے کیا تھا۔

”ہنسی! آؤ... ہم دیکھیں کہ ہمارا پتھر اپنی جگہ پر ٹوہ ہے یا نہیں۔“ ہیکل نے کہا۔ شام کے چھپنے سے وہ ٹیکے کی چوٹی پر پہنچے۔ اُن کا پتھر اُسی جگہ مضبوطی سے قائم تھا۔ وہ اُس کے قریب گھاس پر بیٹھ گئے جو حد نظر تک پھیلی ہوئی تھی۔ ہیکل نے خوشی سے لرزتی آواز میں کہا: ”اب ہمارے نام اگور ہے۔“ ہنسی نے ہنسی، ”اور جب تک یہ پتھر قائم ہے اگور رہیں گے۔ لیفٹ نے بھی یہی بات کہی تھی۔“

ہنسی گہنی کے بل اُس کی طرف جھکا اور اُس کا ہاتھ پکڑتے ہوئے بولا: ”میرا خیال ہے کہ یہ ملک اچھا ہے۔ گرین لینڈ سے بھی اچھا۔ میں لیفٹ سے کہوں گا کہ وہ ہمیں یہاں قیام کرنے کی اجازت دے دے اور جو جہاز واپس لے جائے۔ پہلے ہاں جو پتھر پیدا ہوں گے، اُن کے لیے یہ سرزمین بہت مبارک ثابت ہوگی۔“

کچھ عرصے خاموشی طاری رہی۔ پارلیمنٹ کے دوسری طرف ایکس نے یہ کامیابی تو جیسے نہ سمجھی وہ اپنے جھٹے سے نکل کر اُس طرف آگئی۔ اُس نے قہقہہ لگا کر کہا: ”مشر! اس! جگہ کی خوش کیجیے۔ آپ ابھی تک زندگی کی حالت میں معلوم ہوتے ہیں۔“ اُس کی آواز میں خفیف کی لرزش تھی۔ اس نے فرخ پھر کر خیمے کی دیوار پر دیکھی اور اُس کے چہرے سے ملیو کی شدید کیفیت ظاہر ہونے لگی۔

پوچھتی تو پالٹ کر اُنکے پر گئی لیکن یہ رو فیئر لاک ڈو جاکا رہا۔ وہ منطقی ذہن کا مالک تھا۔ اس نے ایک خواب دیکھا تھا۔ یہ ساری کامیابی ایک ٹھکے ہوئے ذہن کی تخلیق تھی جو خواب اور گولہوں کا عادی بن چکا تھا۔ تاہم اس کامیابی میں حقیقت کا کچھ شائبہ تھا۔ لیفٹ ایک حقیقی کردار تھا۔ وہ ایرک کا بیٹا تھا جس نے گرین لینڈ دریافت کیا تھا۔ لیفٹ نے امریکی براعظم کا ایک حصہ دریافت کیا تھا جسے اُس نے اگوروں کی سرزمین کا نام دیا تھا۔ اُس کا ذکر ناروے کی تین داستانوں میں آتا ہے۔ یقیناً اس نے یہ داستانیں پڑھی ہوں گی اور اُس کے لاشعور میں جانزیں بگڑی ہوں گی۔ ضعیف العقیدہ اسکیموؤں نے ان کے تاثر میں اضافہ کر دیا۔

اتنے میں ایکس ناشترے آئی۔ اس کو جاکا کر دودھ اور ڈبل روٹی کھلائی گئی۔ باپ بیٹی نے اگن ناشترے کی اس دوران اس پر پھر پینڈے غبار حاصل کر لیا تھا۔ لاک ڈو اور ایکس، سیر کو نکل گئے۔

لاک ڈو نے کہا: ”ایکس! تو نے اس کی پوری کامیابی نہ مانی؟“

”ہاں ڈیڈی! میں پارٹیشن کے دوسری طرف بڑے غور سے سنتی رہی۔“

”اس کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟“ بیٹی! ”اس انٹیم و سندر کے ساحل پر کھڑے ہوئے پٹیلارے نمک پرچ گئے تھے۔ ایکس جہاز کے فلوٹ پر بیٹھ گئی، اُس نے کہا: ”یہ اُس کا خواب ہے۔ عجیب و غریب خواب، مجھے وہ ذہنی طور پر بے اثر محسوس ہوتا ہے۔“

”یقیناً وہ بیمار ہے اور یہ کہانی اُس کے بیمار ذہن کی تخلیق ہے۔“ پروفیسر بولا۔

”لیکن پاپا! یقیناً ایک سن تو ایک حقیقی کردار تھا۔ میں نے اُس کا ذکر کرنے کی داستانوں میں پڑھا ہے۔“ ایکس نے کہا۔ ”یہ بھی داستانیں راس نے بھی پڑھیں اور اُس کے لاشعور نے ایک نئی کہانی ایجاد کر لی۔“

”پاپا! لیکن اس کہانی میں وہ مکان کہاں سے آگیا جہاں لیف رہتا تھا۔“

”بیٹی! تمہیں اسکیوٹ کا وہ مکان یاد نہیں جہاں ہم نے ایک رات کاٹی تھی۔“ پروفیسر نے جواب دیا۔ اس کے بعد اُس نے راس کے خواب کا تفصیل سے تجزیہ کیا تو ایکس نے کہا: ”پاپا! وہ لڑکی جس کا نام ہیکما ہے، اُس کے لاشعور نے کیسے تخلیق کر لی؟“ اُس نے فکرت سے ہونے جواب دیا: ”یہ لڑکی مدتوں سے ہر کام میں اُس کے ساتھ شریک ہے۔“

”پاپا! گویا آپ کا مطلب ہے، وہ میں ہوں۔“ ایکس نے شرماتے ہوئے کہا۔

”ایکس! خواب میں انسان کا لاشعور بہت سی بات ماننا چاہتا ہے۔ لیکن اس کا سامان مہیا کر دیتا ہے۔“ پروفیسر نے کہا۔

”پاپا! اب آپ کا کیا ارادہ ہے؟“

”فوڈ کرانی مکمل کر دیتا ہے۔ اب ہم واپس جائیں گے اور اگلے سال میں یہاں کھدائی کے لیے پھر آؤں گا۔“ پروفیسر نے جواب دیا۔

پائلٹ راس اگلی صبح تک سوتا رہا۔ جب وہ بیلار ہوا تو پروفیسر نے اُس سے کہا: ”مسٹر راس! میں اس محکم کو ختم کرنا چاہتا ہوں۔ اب ہمیں واپس چلنا چاہیے۔“

”کیوں آپ میری وجہ سے تو ایسا نہیں کر رہے؟“ سر! میں آج اپنے آپ کو مکمل طور پر سخت مند پارہا ہوں۔ پائلٹ نے کہا۔

”نہیں، مسٹر راس! یہ وجہ نہیں۔ دو اڑانوں میں بقیہ فوڈ کرانی مکمل ہو سکتی ہے۔ کھدائی کے لیے اگلا سال مناسب رہے گا۔“ لاک ڈوڈ نے کہا۔

”ٹھیک ہے سر! اگر آپ اجازت دیں تو واپسی کا سفر لیبر پڑا کر کے اُپر سے کیا جائے۔ میں نے احتیاطاً ٹینل باربر! میں پٹرول کا ذخیرہ پیٹلے ہی سے کر دیا ہے۔“ راس نے کہا۔ ”بالکل ٹھیک ہے۔ ٹینل باربر! سے ہمارا اگلا اسٹاپ ہیل فیکس میں ہو گا اور پھر وہاں سے نیویارک۔“ ایکس نے راس سے مخاطب ہوئے بغیر کہا۔

”یقیناً۔ یہی روٹ اچھا رہے گا۔“ پروفیسر نے فیصلہ کر دیا۔

بستر سے اٹھتے ہی راس اپنے کام میں مشغول ہو گیا۔ اُس نے ہوائی جہاز کا ایک ایک پرزہ کو کول کر صاف کیا اور ایکس سے کوئی مدد نہ لی۔ وہ ایکس کی طرف دیکھتا تو خواب کی ہیکما اُس کے سامنے اٹھتی ہوتی۔ آخری دو اڑانوں میں وہ ایکس سے زیادہ بے تکلف بھی نہ ہوا۔ ایکس بھی اُس سے فاصلے بے اعتنائی کرتی رہی۔ دونوں کے درمیان اجنبیت کا پردہ ساحل ہو گیا تھا۔

جہاز میں پٹرول بھرنے کے لیے اُس نے اسکیوٹیکو سے مدد لی جس نے کہا تھا:

”مسٹر راس! گرین لینڈ تمہارے لیے اچھا ثابت نہیں ہوا۔“

”ٹھیک ہے... اسکیوٹ! کیا تم مجھ بتا سکتے ہو کہ براٹلاڈ میں کونسا اسرار ہے؟“ راس نے پوچھا۔ اسکیوٹ اس کا سوال

پوری طرح نہ سمجھ سکا۔ اُس نے کہا: ”براٹلاڈ اچھی جگہ نہیں۔“ پروفیسر لاک ڈوڈ نے اپنا فاتو سامان بانٹ دیا۔ آئیگو کے حصے میں کھانے پینے کا دافر ذخیرہ آیا۔ اس پر وہ بہت خوش ہو رہا۔

اگلی صبح جہاز میں اباب سے جو پرواز ہوئی۔ گورنر، ڈاکٹر اور پادری نے انہیں الوداع کہا۔ پھر جہاز میں اباب دھند کے پردے میں نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ پانچ گھنٹے وہ چپ چاپ جہاز میں بیٹھ رہے۔ دن کے دو بجے نور انہیں منظر نظر آئی۔ ٹکڑی کے بنے ہوئے چند مکانوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پائلٹ نے کہا: ”یہ ہے ٹینل باربر!۔ اُس نے بستی کے اُپر ایک چکر لگایا اور جہاز کو سمندر میں سرخ نشان کے قریب اتار دیا۔ اسی دن راس نے جہاز میں پٹرول بھر لیا تاکہ وہ دن صبح سویرے وہاں سے روانہ ہو سکیں۔ وہ رات انہوں نے ہمس کے لیے کپے کے اسٹور میں بستر بچھا کر رکھی۔ اگلی صبح دس بجے تک دھند چھائی رہی۔ دھند چھٹی تو ہوائی جہاز فضا میں بلند ہو کر ہیل فاکس کی طرف روانہ ہوا اور ایک جگہ سے پٹے ٹوٹنے ساحل کے اُپر اڑنے لگا۔ جگہ جگہ کا نظریہ ایکس کو بہت اچھا لگا۔ سائرسے پانچ بجے وہ ٹینل فاکس جا پہنچے۔ اس شہر کی بندرگاہ بڑی وسیع تھی اور جہاز کو یہاں اترنے میں کوئی دقت پیش نہ آئی۔ عرصے بعد ایک جدید طرز کے صاف ستھرے ہوٹل میں رات بسر کرنے کا موقع ملا۔

اگلی منزل نیویارک تھی۔ آخری اڑان کے لیے انہیں چھ گھنٹے دوڑا کرتے رات کو فیصلہ ہوا کہ صبح آٹھ بجے سیلی فاکس سے پرواز کر جائیں گے۔ اُس صبح مطلع نہایت صاف تھا۔ انہیں بروقت پرواز کرنے میں کوئی رکاوٹ پیش نہ آئی۔ پیٹلے وہ فوڈ اسکوٹیا کے جزیرے کے اُپر اڑتے رہے۔ اس کے بعد نیلے سمندر کی پہنائی کا آغاز ہوا۔ راس صبح رہا تھا کہ بہت جلد ایکس کے ساتھ اُس کی رفاقت کا راز نہ ختم ہو رہا ہے۔ یہ رفاقت انہیں بہت قریب لے آئی تھی۔ وہ نیویارک پہنچ کر ایک دوسرے سے اپنا تک

بلوچستان پر اپنی نوعیت کی پہلی ہر پہلو کتاب

## اچھاپنے دیس دیس

سید شوکت علی شاہ کا دیدہ ورسفرنامہ

\* ایک ایسا سفرنامہ جس میں بلوچستان کے تہذیبی، تاریخی اور سیاسی آثار پڑھاؤ کی جیتی جاگتی تصویریں ہیں۔

\* ایک ایسا سفرنامہ جو مستقبل کے امکانات اپنی گرفت میں لاتا ہے۔

\* ایک ایسا سفرنامہ جو بلوچستان کے اندر بیٹھ کر اور بلوچستان کو اپنے دل میں سمو کر لکھا گیا ہے۔

\* ایک ایسا سفرنامہ جس میں دادویوں اور پہاڑوں میں بسی ہوئی غیرت اور محبت کی دھڑکیں ایک ادبی شان کے ساتھ جلوہ گر ہیں۔

مکتبہ اُردو ڈائجسٹ سمن آباد لاہور ۲۵

جدا ہو جائیں گے۔ اس خیال سے نجات حاصل کرنے کے لیے پاکستان نے اپنی تمام تر توجہ پرواز پر مبذول کر دی۔

سمندر ختم ہونے والا تھا۔ خشکی نظر آ رہی تھی پاکستان نے جہاز کا رخ زمین کی طرف کر دیا۔ انجن کا شور ایک سرگوشی میں بدل گیا تو پروفسر لاک وڈ چونک پڑا۔ اُس نے دیکھا کہ جہاز بہت نیچے آ کر ایک ریت سے ساحل کے اوپر اڑ رہا ہے۔ ساحل کے ساتھ جس خشکی کا آغاز ہوتا تھا، وہاں جھاڑیوں کے سوا کچھ نہ تھا۔ اب جہاز پھر سمندر کی سطح کے اوپر پرواز کرنے لگا تھا، خطرناک حد تک پانی سے قریب۔ سمندر میں بڑی بڑی موجیں اٹھ رہی تھیں۔ اس خوفناک سمندر سے وہ صرف بیس فٹ بلند تھے۔ کئی میل تک جہاز ساحل اور سمندر کے اس درمیانی حصے پر اڑتا رہا تو ایکس نے پائلٹ کے شانے کو چھوتے ہوئے کہا: ”کیہ تینا شامدار ساحل ہے!“

اُس نے ایکس کی طرف نظر کر دیکھا اور کہا: ”میں اس جگہ کو جانتا ہوں۔ ہم اسے وینڈر لینڈ کہتے تھے۔“

اس جواب نے ایکس کو کھل دیا۔ پائلٹ کے سینہ دار تنے ہوئے چہرے پر خواب کی سی کیفیت دیکھ کر وہ اور بھی خوفزدہ ہو گئی۔

اُس نے کہا: ”ڈائلڈ! تم نے جو قطعہ زمین اپنے خواب میں دیکھا تھا، اُس کا نام وینڈر لینڈ تھا۔ ایک نیا تم حقیقت کی دنیا میں ہو۔ ہم اس وقت کیپ آف کاؤس کے اوپر سے گزر رہے ہیں۔ بلاشبہ یہ علاقہ بہت خوبصورت ہے۔“

”مجھے معلوم ہے ایکس! لیکن یہی وہ جگہ ہے جہاں ہم خواب کی حالت میں پہنچتے تھے۔ کیا تمہیں کچھ یاد نہیں آ رہا؟“

”نہیں، ڈائلڈ! میں خواب میں تمہارے ساتھ نہیں تھی۔ وہ تو یہی تھی۔ میں تو صرف حال کو جانتی ہوں کہ ہم ایک ہوائی جہاز میں اُڑ رہے ہیں۔ اور خطرناک حد تک پانی سے قریب اُڑ رہے ہیں۔ کیا ہم نہیں کہ ہم ذرا بلندی پر پرواز کریں؟ ایکس نے کہا: ”میں تصدیق کرنا چاہتا تھا کیا یہ وہی علاقہ ہے جسے میں نے خواب میں دیکھا تھا۔“ پائلٹ نے کہا اور جہاز کو

چار سو فٹ کی بلندی پر ملے گیا۔

دس منٹ کی پرواز کے بعد پائلٹ راس نے کہا: ”ایک ریتلا جزیرہ تھا جہاں گھاس پر پڑی اوس شہد کی طرح بیٹھی تھی۔ اب مجھے وہ نظر نہیں آ رہا۔“

ایکس نے بڑے نرم لہجے میں کہا: ”ڈائلڈ! کیا ضروری ہے کہ خواب کی ہر تفصیل حقیقت میں بھی موجود ہو؟“

”تم ٹھیک کہہ رہی ہو ایکس!“ پائلٹ نے جواب دیا۔ ”کیا ستر نہیں کہ ہم اس جھیل میں اتر جائیں اور اس کے کنارے بیٹھ کر پلچ کریں؟“ ایکس نے تجویز پیش کی۔

ایکس: ”پائلٹ نے مسکرا کر کہا: ”میں تمہیں یقین دلانا نہیں کہ میں اپنے ہوش و حواس میں ہوں۔ میں خواب کا یہ علاقہ تو بے کا پورا دیکھ لوں تو جہاں کو گی، ہم اتر جائیں گے۔“

جہاز بھی سمندر پر اور کبھی ساحل پر اُڑتا رہا۔ اچانک بیت کے دو لیے ٹیلوں کے درمیان ایک کھڑی نظر آئی جہاں لاک کے اوپر اُڑنے لگا۔ یہاں سمندر کا پانی خشکی کے اندر دوڑ تک چلا گیا تھا۔ یہ پانی نہایت پر سکون تھا۔ اس کے ساحل پر درختوں کی بہتات تھی اور ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے قدرت نے پکنک کے لیے ایک پارک مرتب کر دیا ہو۔ اچانک دیکھا کہ ایک پرسکون جھیل میں بدل گئی۔ کناروں پر گھنٹا جھل چلا پائلٹ جہاز کو زمین سو فٹ کی بلندی پر اُتر لایا اور اُس جھیل کے اوپر چکر لگانے لگا۔

”یہی وہ جگہ ہے جہاں ہم آئے تھے۔“ اُس نے خود کلامی کے انداز میں کہا ”ہم نے وہاں اپنا کیپ لگایا تھا، اُس چھوٹے سے ٹیلے کے دامن میں!“

پروفیسر اور ایکس نے جھیل کی طرف دیکھا۔ صبح کی نرم نرم روشنی میں اُس کا خاموش پانی بڑی بڑی لکش معلوم ہو رہا تھا۔ کنارے پر چار دو رکمان تھے جسے جن میں پکنک سنانے والے لوگ رات بسر کرتے تھے۔ اب اس وقت کوئی ذرا بشر وہاں موجود نہیں تھا۔

ایکس نے پوچھا: ”ڈائلڈ! کیا تم یقین سے کہہ سکتے ہو

یہ وہی جگہ ہے؟“

اُس نے جواب دیا: ”جب ہم یہاں آئے تھے، اُس وقت سے لے کر اب تک اس کا ایک نقش بھی تو نہیں بدلا۔ سوائے ان گھروں کے... مس ایکس! اب ذرا سنبھل کر بیٹھو، میں جہاز اُتار رہا ہوں۔“

پائلٹ نے انجن بند کر کے جہاز کا رخ زمین کی طرف مڑھکا دیا گھروں کے اوپر سے گزرتے ہوئے جھیل کی سطح پر جہاز اُتار دیا۔ جہاز نیکی کرتا ہوا ساحل تک پہنچا اور پھر اُتھلے پانی میں اُس کے فلوٹ آہستہ آہستہ ریت پر چمک گئے۔ اُس نے اپنی بیٹھ سے اُٹھتے ہوئے کہا: ”سرا! یہی وہ جگہ ہے جہاں میں خواب کے سفر میں پہنچا تھا۔ میں معذرت خواہ ہوں کہ میں یہاں رکنے پر مجبور ہو گیا۔“ اُس نے فلوٹ پر قدم رکھتے اور پھر اُتھلے پانی میں اتر گیا۔ پروفیسر اور ایکس اُسے ساحل کی طرف جاتا دیکھتے رہے۔ وہ ساحل کی ریت پر کھڑا ہو کر اپنے ارد گرد کے علاقے کا جائزہ لینے لگا تو ایکس نے کہا: ”پاپا! اب ہمیں کیا کرنا ہوگا؟ کیا یہ اپنے ہوش و حواس میں ہے؟“

اُس کے باپ نے کہا: ”میرا خیال ہے وہ ٹھیک ٹھاک ہے۔ زندگی بڑی پر اسرار ہے۔ وہ یقیناً کسی عیب و غریب روحانی تجربے سے گزرا ہے اور اس کے ذہن پر تناؤ کی سی کیفیت طاری ہے۔ ہمیں زندگی کے اسرار کا علم عطا نہیں ہوا یا ہوا ہے تو بہت کم، چنانچہ میں اُس کے تجربے کو جھٹلا نہیں سکتا، لیکن اُس سے ڈرنے کی کوئی وجہ نہیں۔ وہ ٹھیک ٹھاک ہے۔“

”مجھے اب سر اس سے کبھی خوف محسوس نہیں ہوگا ڈائلڈ!“

ایکس نے کہا۔

”یقیناً! تمہیں اب کبھی خوف محسوس نہیں ہوگا۔“ پروفیسر نے بڑے متیقن سے کہا۔

ایکس بیٹھ پر سے اُٹھتے ہوئے بولی: ”میرا خیال ہے اُسے ایسا چھوڑنا بھی مناسب نہیں۔“

”ہاں، اُس کے پاس تمہارا جانا اچھا ہی رہے گا یوں بھی میری نسبت تمہیں اُس سے زیادہ قریب حاصل ہے۔“ اُس کے باپ نے کہا۔

وہ اپنی بیٹھ سے اُٹھی اور فلوٹ پر پاؤں بٹھاکر نیچے پانی میں کود گئی۔ ساحل کی گیلی ریت پر کھڑے راس کے پاس پہنچ کر اُس نے بڑے نرم لہجے میں کہا: ”ڈائلڈ! کیا یہی وہ جگہ ہے جو تم نے خواب میں دیکھی تھی؟“

”یقیناً! یہ وہی جگہ ہے۔ ہم نے یہیں کیپ لگایا تھا اور اس نے کہا۔“

اتنے میں پروفیسر بھی اُن کے پاس پہنچ گیا۔ اُس نے پروفیسر کی طرف مڑتے ہوئے کہا: ”سرا! اگرچہ میں پاگل نہیں، لیکن آپ کو یقیناً میری ذہنی صحت پر شبہ ہے۔ میں مناسب نہیں سمجھتا کہ نیویارک تک کے سفر میں آپ کو کسی خوف میں مبتلا رکھوں۔ یہاں سے ایک میل دور آپ کو فوٹل جانے لگا۔ آپ بوسٹن ایئر پورٹ پر پیغام دیجیے وہ یہاں سے نیویارک تک آپ کو پہنچانے کے لیے کوئی پائلٹ بھیج دیں گے۔“

پروفیسر لاک وڈ نے پوچھا: ”اس کا مطلب یہ ہے کہ تم اپنی فوری سے استعفیٰ دے رہے ہو۔“

”میرا یہی مطلب ہے، سرا۔“

”تمہیں سر اس! تم ہمیں چھوڑ کر کہیں نہیں جاسکتے۔ نیویارک میں ہم یہ جہاز بیٹھ ڈالیں گے اور وہاں سے سمندر کے راستے انگلیڈ پینسپس گئے اور تم بھی ہمارے ساتھ ہو گے۔“

پروفیسر نے بڑے اعتماد سے کہا۔

”مجھے یہ تجویز بھی منظور ہے۔“ پائلٹ نے کہا۔

اُس کی آواز میں ایک تلخ مایوسی کی لرزش تھی۔ لڑکی نے اُسے محسوس کیا اور اُس کے دل میں ایک عجیب سے درد نے

کروٹ ل۔

وہ گیلی ریت پر چلتے ہوئے، ساحل کی طرف بڑھنے لگا۔ ایکس اُس کے پیچھے پیچھے چل پڑی۔ پروفیسر لاک وڈ اُن سے پیچھے کچھ لمبے رکارا کر اُن کی تنہائی میں غفل نہ ہو۔ پائلٹ جھل

کے کنارے کھڑا ہو گیا اور ارد گرد کا جائزہ لے کر اس نے کہا: "یہ وہی جگہ ہے۔ صرف درخت اتنے قد آور نہیں رہے۔ وجہ یہ ہے کہ جنگل ایک بار کٹ چکا ہے اور ابھی درخت اپنے پورے قد کو نہیں پہنچے۔"

ایلیکس نے محبت بھرے لہجے میں پوچھا: "ڈائلڈ! یہ جگہ تمہارے لیے بڑے گہرے مٹیوں کی حامل ہے نا؟" "ہاں! میں نے کبھی یہاں بڑی خوشیوں بھری زندگی بسر کی تھی۔" اس نے ٹیلے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: "یہ وہی ٹیلہ ہے۔ کیا تم میرے ساتھ آؤ گی؟"

وہ ٹیلے کی چوٹی پر پہنچنے تو لڑکی نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا: "نہایت خوبصورت منظر ہے۔ یہ منظر مجھے کچھ مایوس سا لگتا ہے۔"

"تم ایسا کیوں کہہ رہی ہو؟ ایلیکس! راس نے پوچھا اور پھر اس کا جواب سنے بغیر ایک پتھر کے پاس ٹھنوں کے بل بیٹھ گیا۔ یہ پتھر اکھڑات میں دھنسا ہوا تھا اور اس پر کافی جمہری تھی۔ اس نے پھر پوچھا: "تم ایسا کیوں کہہ رہی ہو؟ ایلیکس!" "مجھے معلوم نہیں۔ ایلیکس بولی: شاید اس لیے کہ میں جگہیں خوشگوار محل کا تاثر رکھتی ہیں۔"

"میں سمجھ گیا۔" راس نے کہا اور پھر اس نے پتھر کی طرف اشارہ کیا: "تمہیں یہ پتھر یاد ہے؟"

اس نے نگاہیں پر ٹھنوں کے بل بیٹھے ہوئے جواب دیا: "نہیں ڈائلڈ! مجھے کچھ یاد نہیں آ رہا۔"

ڈائلڈ راس نے پتھر پر ہاتھ رکھ دیا اور بڑے یقین سے کہا: "یہ ہمارا پتھر ہے۔"

"تمہارا مطلب ہے یہ وہی پتھر ہے جو تم نے خواب میں دیکھا تھا؟"

اس نے سر ہلا کر کہا: "ہاں! وہ پتھر یہی ہے۔" پروفیسر لاک ڈو بھی ٹیلے کی چوٹی پر اُن کے پاس آکھڑا ہوا۔

پائلٹ نے کہا: "سر! اس پتھر کو میں نے خواب میں

دیکھا تھا، وہ یہی ہے۔"

پروفیسر نے ناک پر دھنک جھائی اور زمین پر بیٹھ کر کوہاتھ سے چھو۔ چاقو نکال کر ایک کونے سے ریت اور کان کرہٹائی۔ یہ پتھر سب غار کی ایک قسم سے تعلق رکھتا ہے۔ یہاں جو پتھر ہیں، وہ ریتے اور بھر پھرے ہیں۔ یہ پتھر کسی ملک سے یہاں پہنچا ہے۔" پروفیسر نے اسے غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"یہ پتھر ہم گرین لینڈ سے لائے تھے کہ جہاز کا توازن قائم رہے۔" پائلٹ نے کہا: "آئیے! ہم اسے زمین سے باہر نکال کر دیکھیں۔" پائلٹ نے زور لگا کر پتھر زمین سے باہر نکالا۔ اس کا جو حصہ زمین میں دفن تھا، وہ باہر کے حصے سے زیادہ ہلکا تھا اور اس پر کھدے ہوئے نقوش نظر آ رہے تھے۔ ڈائلڈ اور ایلیکس نے کافی اور ریت کھچی تو نقوش اور بھی واضح ہو گئے۔ پروفیسر نے اختیار بدل اٹھا، پر کسی غیر زبان کے کھدے ہوئے حروف معلوم ہوتے ہیں۔" اس نے کہہ دیا: "خود کرنے کے بعد پھر کہا: یہ نادر ہے کی قدیم زبان کے الفاظ ہیں۔" اس نے زمین پر اٹھکی سے اُن الفاظ کو لکھ کر دکھایا:

\* M Y I X \* X X I \*

"ہیکلی اور ہیکلیجا۔" راس نے سرگوشی کی۔ "اور یہ نقوش اس عرصہ محفوظ رہے!"

پروفیسر لاک ڈو کھنک باندھے پتھر پر یہ نقوش دیکھ رہا تھا جیسے اس پر کسی نے جاؤ کر دیا ہو۔

"راس! تم ٹھیک کہہ رہے تھے۔ واقعی ناس میں یہ ایک پہنچے تھے۔"

وہ اٹھا اور ٹیلے سے نیچے اتر گیا کہ ہوائی جہاز سے کیم لاکر اس پتھر کا فوٹو لے سکے۔

پائلٹ نے اٹھ کر دوڑ پہاڑیوں کی طرف دیکھا جہاں شمال امریکہ کا براعظم شروع ہو رہا تھا۔ لڑکی ابھی تک ٹھنوں کے بل جھکی ہوئی تھی۔ اس نے پتھر پر کندہ حروف پر اپنی انگلی پھیری اور وجہ بھرے لہجے میں کہا: "میں یہ نقوش جانتی ہوں۔"

میں نے آج سے پہلے بھی انہیں چھو کر دیکھا تھا۔ ڈائلڈ! کیا میںیں بیتجا سے بڑی گہری محبت تھی؟ اس نے سر ہلا کر اس کا اقرار کیا تو لڑکی نے پوچھا: "مجھے اس کی شکل و صورت کے بارے میں بتاؤ۔" اس نے کہا: "اُدھ ہو تو تمہاری طرح تھی۔" اس نے ایلیکس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر کہا: "ہم اُن لوں ایک دوسرے سے گہری محبت رکھتے تھے۔ ہم پھر اس محبت کو دہو میں لا سکتے ہیں۔ یقین نے کہا تھا کہ جب تک پتھر موجود ہے، تم ایک دوسرے سے جدا نہیں ہو سکتے۔" لڑکی کی آنکھوں کے سامنے ایک رشتی دھند چھائی اور اس نے ساحل سے کچھ دور ایک جہاز کو لنگر انداز ہوتے دیکھا۔ ٹیلے کے نیچے جیسے لگے ہوئے تھے۔ کچھ دور زرد بالوں والے دیو قامت ملارج درخت کاٹ رہے تھے اور ایک لڑکا اور لڑکی جو ابھی ابھی اس جنگل میں تین دن بسر کر کے آئے تھے نان لوگوں کے سرواز بلند قامت ملارج لیفٹ ایرک سن کے سامنے کھڑے تھے اور اسے اجنبی لہجہ میں پل کا ایک بچہ اور جنگلی مانا

کا ایک پولا پیش کر رہے تھے۔ دیو قامت ملارج نے کہا: "جاؤ آج سے میں نے تمہیں آزاد کیا۔"

اور اس پر ایلیکس کی نگاہوں کے سامنے سے دھند چھٹ گئی اور اسے یوں لگا جیسے وہ دونوں ماضی کے قیدی تھے، اور اس لمحے جس میں صدیاں بیت گئی تھیں، ماضی نے ایک ایک انہیں آزاد کر دیا تھا۔

اس نے کہا: "ڈائلڈ! ہم ماضی کے قیدی تھے۔ اس لیے کہ ہم دونوں اسکاٹ تھے اور ہم نے جو کارنامہ سر انجام دیا تھا، اُسے لوگ بھول گئے تھے۔"

"ہاں، ایلیکس! اب ہماری وساطت سے کونیا ایک اور ہیکلیجا کے کارنامے سے آگاہ ہو جائے گی۔" پائلٹ ڈائلڈ راس نے کہا۔

ایلیکس نے دیکھا کہ پائلٹ کے چہرے سے ہنر رسالہ سفر کی تھکن اچانک دور ہو گئی ہے اور وہ شبنم میں دھل چکوں کی طرح تروتازہ ہے۔

## پکستان ریلویز

# ٹنڈا فوسٹ

ایئر کنڈریشننگ کو چھڑاؤ ڈاننگ کاروں کی وقتاً فوقتاً فریگیشن (دھونی دینے) اور DISINFESTATION کے لیے معروف فرموں سے ٹنڈر مطلوب ہیں۔ ٹنڈیشن ایئر کنڈریشننگ اور عام ڈاننگ کاروں اور ایئر کنڈریشننگ کو چھڑاؤ جو دہ بڑے اور چار کوپ کپارٹمنٹس، کمپوزٹ کی حامل میں مع ایک چار برتھ اور ایک کوپ کپارٹمنٹ کی حامل ہیں، کی ٹنڈنگ کے لیے دی جائیں۔

(باقی اگلے صفحہ پر)